'فرقۂ شیعہ میں حفاظ قرآن کا وجود نہیں رہا ہے'
سید العلماء نے انتہائی وسعت نظر سے
مخالفین کے اس غلط پروپگنڈہ کو
ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باطل ثابت کر دیا ہے

تذکرہ حفاظ شیعہ

حصہ دوم

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

امامیہ مشن کا چوبیسواں تبلیغی رسالہ

[illegible]

حصہ دوم

مطبوعہ

سرفراز قومی پریس و کٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

قیمت ۵؍

خرچ ڈاک ۱؍

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست رسالہ "تذکرہ حفاظ شیعہ" حصہ دوم

کیا ہم جنت البقیع کو بھول سکتے ہیں؟

کیا واقعۂ انہدام جنت البقیع فراموش کر دینے کے قابل ہے؟

کیا آپ کے نزدیک حدودِ سادات پر جو مظالم ہوئے ہیں ان کے انسداد کی اب ضرورت باقی نہیں؟

کیا اب آپ کو ظالم اور وحشی نجدیوں کے مظالم کے خلاف کسی احتجاج کی ضرورت باقی نہیں ہے؟

کیا آپ کے نزدیک انہدام جنت البقیع کوئی ایسا معمولی واقعہ ہے کہ اسکے متعلق کسی توجہ کی ضرورت اب آپ محسوس نہیں کرتے؟

اگر ایسا نہیں ہے، اور یقیناً نہیں ہے تو پھر یہ فرمایئے کہ آیندہ آپ ان روح فرسا مظالم کے انسداد اور تعمیر جنت البقیع کے متعلق کیا ارادے رکھتے ہیں۔

سوگوار جنت البقیع
سید حاجی حسن آنریری اسسٹنٹ سکریٹری انجمن تحفظ آثار متبرکہ
حسین آباد، لکھنؤ

تذکرۂ حفاظ شیعہ

حصۂ دوم

مصنفہ

حضرت فخر المحققین سید العلماء مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ

مجتہد العصر دام ظلہ العالی

مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

امامیہ مشن کی چوبیسویں تبلیغی خدمت

حضرات! اس سے قبل اس رسالہ کا پہلا حصہ پیش کیا جا چکا ہے جسمیں پہلی صدی ہجری تک کے حفاظ قرآن کا تذکرہ تھا اور اب اس دوسرے حصہ کو دوسری صدی ہجری کے حفاظ سے شروع کیا گیا ہے۔

یہ تصنیف ایک ایسے نادر موضوع سے تعلق رکھتی ہے کہ جس پر آج تک اہل قلم حضرات نے توجہ نہیں فرمائی تھی۔

حضرت سید العلماء دام ظلہ نے انتہائی وسعت نظر سے مخالفین کے اس غلط پروپگنڈہ کو کہ "فرقہ شیعہ میں حفاظ قرآن کا وجود نہیں رہا ہے" ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باطل ثابت کر دیا ہے۔ امید ہے کہ ارباب نظر اس رسالہ کو بھی کامل غور و خوض سے مطالعہ فرمائینگے۔ والسلام

خادم ملت

سید ابن حسین عفی عنہ آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید المرسلین وآلہ الطاہرین

یہ "تذکرۂ حفاظ شیعہ" کا دوسرا حصہ ہے۔

اس کے پہلے حصہ میں پہلی صدی ہجری کے آخر تک کے حفاظ درج کیے جا چکے ہیں اور اب دوسری صدی ہجری سے شروع کیا جاتا ہے جیسا کہ ہم نے اُس حصہ کو ختم کرتے ہوئے لکھا ہے ان میں سے بہت افراد پہلی صدی سے تعلق رکھتے ہیں اسلیے کہ اُن کی عمر کا زیادہ تر حصہ اُسی میں گذرا ہے لیکن چونکہ ہم نے ترتیب اسماء میں سال وفات کا اعتبار کیا ہے، اس لیے ہم اُن کو اُسی صدی میں درج کرنے پر مجبور ہیں جسمیں اُن کا انتقال ہوا ہے۔

دوسری صدی ہجری

(۱)

(۲۷) محمد بن حسن بن ابی سارہ رؤاسی کوفی

علم نحو کے مستند عالم، کسائی اور فراء کے اُستاد تھے۔ علامہ سید حسن صدر

ع نام کے اوپر نمبر شمار ہر صدی کا ہے اور نام کے پہلو میں نمبر شمار سلسلۂ حفاظ کا شروع سے۔

نے "تاسیس الشیعۃ الکرام لفنون الاسلام" میں لکھا ہے

هو احد الائمة فی القرآن ذکره ابو عمرو الدانی فی طبقات القراء وقال روی الحروف عن ابی عمرو وهو معدود فی المقلین عنه وسمع الاعمش وهو من جملة الکوفیین وله اختیار فی القراءة تروی عنه

وہ قرآن مجید کے مستند ماہر تھے۔ ابوعمرو دانی نے طبقات القراء یعنی حفاظ کے حالات میں اُن کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ اُنھوں نے حروف قرآن کی روایت ابوعمرو سے کی ہے اور اعمش سے بھی سماع رکھتے ہیں، اُن کا شمار اہل کوفہ میں ہے۔ قرآن مجید کے متعلق اُن کی مستقل قرأت ہے جس کی اُن سے روایت کیجاتی ہے۔

"الشیعہ وفنون الاسلام"(۱) میں ہے کہ وہ امام محمد باقرؑ کے مخصوص اصحاب میں سے تھے۔

حافظ سیوطی نے "بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ"(۲) میں اُن کا تذکرہ کیا ہے، اور اُن کے مصنفات میں سے حسب ذیل کتابیں درج کی ہیں، کتاب الفصل معانی القرآن، التصغیر۔ الوقف والابتداء الکبیر۔ الوقف والابتداء الصغیر

علامہ نجاشی نے کتاب فہرست اسماء مصنفین شیعہ میں کتاب الوقف والابتداء کبیر وصغیر اور کتاب الهمز کے اسماء درج کئے ہیں۔

(۱) مطبوعہ صیدا (شام) ص ۱۳ (۲) مطبوعہ مصر ص ۲۴۴

توفی بعد المائۃ بقلیل۔" ان کی وفات ۱۰۰ھ کے تھوڑے زمانہ بعد ہوئی ہے۔"

(۲)

(۴۸) طاؤس یمانی

پورا نام ابو عبداللہ طاؤس بن کیسان یمانی حمیری ہے۔ اصلاً فارسی النسل یعنی ایرانی نژاد تھے لیکن غلامی کے تعلق سے قبیلہ حمیر کی طرف منسوب ہوئے۔ شیخ الاسلام حافظ ذہبی نے طبقات القراء میں لکھا ہے کہ ابی بن کعب سے بہت سے صحابہ نے حفظ قرآن کیا۔ پھر اُن صحابہ سے بہت سے تابعین نے۔ چنانچہ ان تابعین میں اُن لوگوں میں سے کہ جو مکہ معظمہ میں قیام رکھتے تھے، طاؤس ہیں۔(۱)

ابو الخیر نے بھی طبقات القراء یعنی حالات حفاظ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

علامہ سید حسن صدر "تاسیس الشیعہ" میں لکھتے ہیں۔

"ھو امام القراء بمکۃ۔" وہ مکہ معظمہ میں حفاظ قرآن کے امام تھے۔"

"الشیعہ و فنون الاسلام" میں ہے۔ "کان منقطعا الی علی بن الحسین السجاد۔" وہ امام زین العابدینؑ کے مخصوصین میں سے تھے۔"

(۱) اتقان مطبوعہ دہلی ص ۱۰۲

ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں اُن کے تشیع کی تصریح کی ہے لکھا ہے۔

الشیعة الحرث الاعور وصعصعة بن صوحان والاصبغ بن نباتة وعطیة العوفی وطاؤس والاعمش۔

حسب ذیل اشخاص شیعہ تھے۔ حارث بن اعور ہمدانی، صعصعہ بن صوحان۔ اصبغ بن نباتہ۔ عطیہ عوفی۔ طاؤس۔ اعمش۔ (۱)

سنہ ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔ (۲)

(۳)

(۲۹) فرزدق شاعر

ان کا اصلی نام ہمام بن غالب بن صعصعہ بن ناجیہ تمیمی ہے۔
عرب کے بڑے شعراء میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اصابہ (۳) میں لکھتے ہیں کہ فرزدق کے والد غالب بن صعصعہ اپنے جوان فرزند کو لیے ہوئے حضرت علیؑ کی خدمت میں آئے حضرت نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا "غالب بن صعصعہ مجاشعی" حضرت نے فرمایا وہی جو بہت اونٹوں کے مالک مشہور ہیں؟" عرض کیا "جی ہاں"۔

(۱) معارف ابن قتیبہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰۶ (۲) تقریب التہذیب مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۱۶

(۳) مطبوعہ مصر ج ۳ صفحہ ۲۱۶

حضرت نے فرمایا "پھر تمھارے اونٹ سب کیا ہو گئے" غالب نے عرض کی "دعدعتها الحقوق والنوائب" لوگوں کے مطالبات اور مختلف مصائب نے اُن سب کو متفرق کر دیا۔" حضرت نے فرمایا "خیر بُرے طور سے نہیں صرف ہوئے" پھر پوچھا کہ "یہ جوان تمھارے ساتھ کون ہے" غالب نے کہا کہ "میرا بیٹا فرزدق اور یہ شاعر ہے" حضرت نے فرمایا "علّمه القرآن فانه خیر له من الشعر" اسے قرآن کی تعلیم دو وہ اس کیلئے شعر گوئی سے بہتر ہے۔

"فکان ذلک فی نفس الفرزدق حتیٰ قیّد نفسه وآلیٰ ان لا یحلّ نفسه حتیٰ یحفظ القرآن" یہ بات فرزدق کے دل میں رہ گئی یہاں تک کہ ایک وقت میں اپنے پیروں میں بیڑیاں ڈالیں اور یہ قسم کھائی کہ وہ اپنے تئیں کھولیں گے نہیں جب تک کہ قرآن حفظ نہ کر لیں۔"

کتاب "منتخب فی تاریخ آداب العرب" مصنفہ عطایا دمشقی (۱) میں ہے۔

ولد الفرزدق فی خلافة	فرزدق خلافت حضرت عمر کے دور میں
عمر بن الخطاب سنہ ۶۴۱م واتی	سنہ ۶۴۱ء میں پیدا ہوئے اور ان کے باپ
به ابوه غالب بعد واقعة	غالب انھیں جمل کی جنگ کے بعد امیر المومنین
الجمل الی امیر المومنین علی	علی ابن ابیطالب کے پاس بصرہ میں لیکر
بن ابیطالب بالبصرة فقال	آئے اور کہا کہ میرا بیٹا یہ قبیلۂ مضر کے شعراء

(۱) مطبوعہ مصر صـ ۴۵

ان ابنی ھذا من شعراء مضر فاسمع منہ قال علمہ القرآن فکان ذلک فی نفس الفرزدق فقید نفسہ فی وقت والیٰ ان لا یحل قیدہ حتیٰ یحفظ القرآن وحفظہ۔

یں سے ہے۔ آپ کچھ اشعار اسکے سنیے۔ حضرت نے فرمایا کہ اسے قرآن کی تعلیم دو۔ یہ بات فرزدق کے دل میں رہی یہاں تک کہ انھوں نے ایک وقت میں اپنے پیروں میں بیڑیاں ڈالیں اور یہ قسم کھائی کہ وہ ان بیڑیوں کو اتاریں گے نہیں جب تک کہ قرآن حفظ نہیں کریں گے اور انھوں نے اُسے حفظ کر لیا۔

فرزدق کی شیعیت مسلمہ حیثیت سے ثابت ہے۔

علم الھدیٰ سید مرتضیٰ موسوی شریف بغدادی اپنی کتاب "الدرر والغرر" میں تحریر فرماتے ہیں۔

کان الفرزدق شیعیا مائلا الی بنی ھاشم "فرزدق شیعہ تھے اور بنی ہاشم کی طرف خاص میلان رکھتے تھے۔"

"نسمۃ السحر فیمن تشیع وشعر" مصنفہ ضیاء الدین طباطبائی یمنی میں ہے۔

قال بعض الادباء ان فضل شعر الفرزدق فی الجزالۃ علی شعر جریر ظاہر نماما

بعض ادباء کا قول ہے کہ فرزدق کے اشعار کا زور و طاقت اور فصاحت و بلاغت میں جریر کے اشعار سے بہتر ہونا

العقيدة فان الفرزدق
فاريحب اهل البيت وجرير
كان امويا حتى ان جريرا
هنأ الحجاج بقتل افقه التابعين
سعيد بن جبير۔

ظاہر ہے عقیدہ کے اعتبار سے دیکھا جائے تو
فرزدق محبت اہلبیت کے شرف سے ممتاز تھے اور
جریر بنی امیہ والا آدمی تھا یہاں تک کہ اُس نے
حجاج کو افقہ التابعین سعید بن جبیر کے
قتل کرنے پر مبارکباد دی۔

علامہ ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں لکھا ہے

الفرزدق بن غالب ابو فراس
من اصحاب زین العابدین
علیہ السلام۔

فرزدق بن غالب امام زین العابدینؑ
کے اصحاب میں سے تھے۔

ملا عبداللہ آفندی جو علامہ مجلسیؒ کے معاصر تھے ریاض العلماء میں لکھتے ہیں۔

ابو فراس الشاعر الماھر المعاصر
لجریر المعروف بالفرزدق الشیعی
الامامی المادح لمولانا علی بن
الحسین علیھما السلام بقصیدة
معروفة فی کتب رجال اصحابنا
کالکشی وغیرہ وقد مدحہ
اصحاب الرجال من علمائنا و

ابو فراس کنیت ہے۔ مشہور مستند شاعر
جریر کے مدمقابل "فرزدق" کی جو شیعی
امامی تھے اور جنھوں نے امام زین العابدینؑ
کی مدح کی ہے اس قصیدہ کے ذریعہ سے جو ہمارے
علماء کے کتب رجال میں مشہور ہے۔ اور
ہمارے علماء میں سے جن لوگوں نے حالات
رجال تحریر کیے ہیں، انھوں نے فرزدق

عدّه من اصحاب الامام علی بن الحسینؑ

کی مدح کی ہے اور انھیں امام زین العابدینؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔

یہ علمائے شیعہ کے بیانات تھے۔ دوسرے فریق کے اظہارات اور نیز تاریخی واقعات سے بھی یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے۔ "منتخب فی تاریخ ادب العرب" مصنفۂ عطایا دمشقی[1] میں ہے۔

قد اجمع اهل الادب علی ان الفرزدق لم یکن سفیها فقط بل کان ردی السیرة ایضا ولیس له مکرمة واحدة وهو حبه الشدید لآل علی بن ابیطالب فانه لم یردّه عن ذلک سطوة بنی امیة وکان یجاهرهم بذلک۔

تمام اہل ادب کا اتفاق ہے کہ فرزدق صرف کم عقل نہیں تھے بلکہ اُن کی اخلاقی حالت بھی بُری تھی۔ بس اُن کی ایک فضیلت ہے جو شمار میں لائی جاتی ہے اور وہ اُن کی انتہائی محبت ہے اولاد علی بن ابیطالبؑ کے ساتھ وہ اسمیں اتنے مستقل مزاج تھے کہ بنی امیہ کا دبدبہ اُن کو اُس سے ہٹا نہ سکا اور وہ برابر اُسکا اظہار کرتے رہتے تھے۔

علامہ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ[2] میں لکھا ہے کہ

حتات بن یزید بن علقمہ تمیمی دارمی اور معاویہ بن ابی سفیان میں رسالتمآبؐ کی جانب سے اخوت قرار پائی تھی اور یہ حتات عثمانی مذہب رکھتا تھا۔ اتفاق

(۱) مطبوعۂ مصر [illegible]

سے شام میں معاویہ کے پاس آیا ہوا تھا، وہیں اُس کا انتقال ہوگیا۔ معاویہ نے اُس اسلامی اخوت کی بنا پر جو قرار دی گئی تھی حتات کی میراث پر خود قبضہ کرلیا اور ترکہ دار بن گئے۔ یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب آپ خلافت اسلامی کے تخت پر متمکن تھے۔ فرزدق نے اس موقع پر یہ اشعار نظم کیے۔

ابوک وعمی یا معاوی اورثا ۔ تراثاً فیحتاز التراث اقاربہ

"تمھارے والد جو میرے چچا تھے اے معاویہ اُن کا انتقال ہوا تو انھوں نے میراث چھوڑی اور اُن کے متروکہ کے اُن کے اعزا اور رشتہ دار وارث ہوئے"

فما بال میراث الحتات اکلتہ ۔ ومیراث صخر جامد لک ذائبہ

"پھر یہ کیا کہ تم حتات کے متروکہ کو نوش جان کر گئے اور صخر (ابو سفیان) کا متروکہ وہ تمھارے لیے ایک جگہ پر جم گیا ہے کہ ہل ہی نہیں سکتا"

فلو کان هذا الامر فی جاهلیة ۔ علمت من المرء القلیل حلائبہ

"اگر یہ بات زمانۂ جاہلیت میں ہوتی تو میں سمجھتا کہ خیر ایک کم مایہ و لبا طہ انسان کا طرز عمل ایسا ہی ہوتا ہے"

ولو کان فی دین سوی ذا شنئتم ۔ لنا حقنا او غص بالماء شاربہ

"اور اگر یہ کسی دین کی بنا پر ہے علاوہ دین اسلام کے جو تم نے ایجاد کیا ہو (ہمیں اس سے بحث نہیں) جب بھی تو ہمارا حق ملنا چاہیے نہیں تو پینے والے کو اچھو ہوگا اور پانی حلق سے نیچے اترے گا نہیں"

الست اعز الناس قوما واسرة   وامنعهم جارا اذا ضيم جانبه

"کیا میں نہیں ہوں تمام خلق میں سب سے زیادہ عزت دار قوم و قبیلہ کا شخص اور سب سے زیادہ اپنے ہمسایہ کی حفاظت کرنے والا جب کہ اُن کے حقوق تلف ہو رہے ہوں؟"

وما ولدت بعد النبی والہٖ   کمثل حصان فی الرجال تقاربہ

"رسولؐ اور آل رسولؐ کو چھوڑ کر کہتا ہوں کہ دنیا میں کسی ماں نے ایسی اولاد پیدا نہیں کی ہے۔"

وبیتی الی جنب الثریا فنائہ   ومن دونہ البدر المضیئ کواکبہ

"میرا گھر ستارہ ثریا کے پہلو میں ہے، اسکی وسعت اور چاند ستاروں کے جھرمٹ سمیت اُس سے نسبت ہے۔"

انا ابن الجبال الشم فی عدد الحصی   وعرق الثری عرقی فمن ذا یحاسبہ

"میں اُن لوگوں کی نسل سے ہوں جو عظمت میں بڑے اونچے اونچے پہاڑ اور تعداد میں سنگریزوں کے مانند ہیں اور زمین کی تہ تک میرے رگ و ریشہ دوڑے ہوئے ہیں تو اُس کا حد و حساب کون لگا سکتا ہے۔"

شاعرانہ افتخار کے موقع پر "بعد النبی والہٖ" کا فقرہ انتہائی احساس مذہبی اور خاندان رسول کی بزرگ داشت کا پتہ دے رہا ہے۔ شاعروں کو ایسے موقع پر ان باتوں کا خیال مشکل سے ہوتا ہے۔

منتخب فی تاریخ آداب العرب(۱) میں ہے کہ جب امام حسینؑ شہید ہوئے ہیں۔ تو فرزدق نے کہا۔

ان غضبت العرب لابن سیدھا | اگر عرب لوگ اپنے سردار اور بہترین
وخیرھا فاعلموا ان سیدوم | انسان کے فرزند کے قتل پر غضبناک ہوئے
عزھا وتبقی ھیبتھا وان | اور اُن میں جوش پیدا ہوا تب تو سمجھو کہ
صبرت علیہ ولم تتغیر لم | اُنکی عزت قائم اور ہیبت برقرار رہے گی اور
یزدھا اللہ الا ذلا الی | اگر اُنھوں نے اسکو برداشت کرلیا اور کچھ
آخر الدھر۔ | انقلاب نہ پیدا کیا تو یقیناً اُن کی ذلت و

حقارت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

اسکے بعد فرزدق نے یہ شعر پڑھا۔

فان انتم لم تثاروا لابن خیرکم | فالقوا السلاح واغزلوا بالمغازل

"اگر تم میں بہترین خلق کے فرزند کے قتل ہو جانے پر کچھ جوش نہیں پیدا ہوتا۔ تو ہتھیاروں کو اُتار کر پھینک دو اور (عورتوں کی طرح) کاتنے بننے میں مصروف ہو جاؤ"

فرزدق کی مذہبی غیرت کا سب سے بڑا کارنامہ وہ ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک حج کے لیے آیا ہے اور طواف کرنے کے بعد چاہا ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دے مگر مجمع کی کثرت سے کامیاب نہیں ہوا ہے۔ آخر کو اُس کے لیے منبر رکھدیا گیا ہے اور وہ اُس پر بیٹھکر لوگوں کی جمعیت کا نظارہ کرنے لگا ہے۔ ارکان دولت اور بہت سے

(۱) مطبوعہ مصر ص۵۵

لوگ گرد ہیں جن میں فرزدق شاعر بھی ہیں۔ اتنی دیر میں امام زین العابدینؑ اپنے روحانی وقار و عظمت کے ساتھ طواف کے لیے آتے ہیں۔ اور ایک دم کے دم میں طواف سے فارغ ہو کر حجر اسود تک پہونچتے ہیں۔ روحانی ہیبت راستہ پیدا کرتا اور لوگ داہنے بائیں سرک کر جگہ دیدیتے ہیں حضرت حجر اسود کا بوسہ دے کر واپس ہو جاتے ہیں۔ ہشام کے ارد گرد والے شامی لوگوں میں سے کسی کو تعجب ہوتا ہے وہ پوچھتا ہے یہ کون ہیں۔ ہشام تجاہل عارفانہ سے کام لیکر کہدیتا ہے "میں نہیں جانتا۔"

بس یہ وہ وقت ہے کہ فرزدق کی غیرت ایمانی جوش میں آجاتی ہے شامی سے کہتے ہیں کہ وہ نہیں جانتا تو میں جانتا ہوں۔

هذا الذی تعرف البطحاء وطأته   والبیت یعرفه والحل والحرام

"یہ وہ ہے کہ مکہ کی سرزمین جس کے قدم کی چاپ پہچانتی ہے اور خانۂ کعبہ، حلّ و حرم سب کو جسکی معرفت حاصل ہے۔"

هذا ابن خیر عباد الله کلهم   هذا التقی النقی الطاهر العلم

"یہ بہترین خلق خدا کا فرزند ہے۔ یہ متقی پاکیزہ معصوم اور بلند مرتبہ ہے۔"

اسی زور و طاقت کے کم و بیش بیس شعر پڑھے جس میں اہلبیتؑ کی مدح میں کہتے ہیں۔

من معشر حبهم دین و بغضهم   کفر و قربهم منجی و معتصم

"یہ وہ لوگ ہیں جنکی محبت دین ہے اور جن کا بغض کفر ہے اور جن کا قرب

ذریعۂ نجات ہے"۔

ان عدّ اھل التقی کانوا ائمتھم   او قیل من خیر اھل الارض قیل ھم

"اگر اہل تقویٰ کا شمار ہو تو یہ اُن کے امام ہوں گے اور اگر دریافت کیا جائے کہ بہترین اہل زمین کون ہے تو اُنہی کا پتہ دیا جائیگا"۔

آخری شعر یہ ہیں۔

ای الخلائق لیست فی رقابھم   لاولیّۃ ھذا او لہ نعم

"کون ہے خلق خدا میں ایسی جماعت جس کی گردن پر اس کے اسلاف کے یا خود اسکے احسانات نہ ہوں"۔

من یعرف اللہ یعرف اولیّۃ ذا   فالدین من بیت ھذا نال الامم

"جو خدا کو جانتا ہے وہ اسکے اسلاف سے بھی واقف ہوگا۔ اس لیے کہ دین کو اسی کے گھرانے سے تمام اقوام نے حاصل کیا ہے"۔

ہشام کو غصہ آگیا اور فرزدق کو قید کر دیا۔ امام زین العابدینؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کے پاس روانہ کیے۔ فرزدق نے وہ درہم واپس کیے کہا کہ میں نے آپ کی مدح خدا کی خوشنودی کے لیے کی تھی انعام کے لیے نہیں کی تھی حضرت نے وہ درہم پھر بھیجے اور کہلا بھیجا کہ ہم لوگ جب کچھ دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے اور خدا تمھاری نیت سے واقف ہے۔ تم کو اُس کے مطابق اجر و ثواب عطا ہی کرے گا۔ خدا تمھاری سعی کو مشکور کرے"۔

جب یہ پیغام گیا تو فرزدق نے مجبور ہو کر قبول کر لیا۔

حیوٰۃ الحیوان دمیری[۱] میں یہ واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔ عطایا دمشقی نے کتاب المنتخب فی تاریخ آداب العرب[۲] میں بھی اُس کا تذکرہ کیا ہے۔

فرزدق کی وفات سنہ ۱۱۰ھ میں ہوئی ہے۔

(۴)

(۳۰) اعین بن سنسن

زرارہ، حمران بن اعین، بکیر بن اعین۔ ایسے بلند مرتبہ جلیل القدر اشخاص کے محترم باپ، یہ خاندان تمام کا تمام محبت اہلبیت کا دم بھرنے والا مخصوص امتیاز رکھتا تھا۔

بحر العلوم سید مہدی طباطبائیؒ اپنی کتاب "فوائد رجالیہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

ال اعین اکبر بیت فی الکوفۃ	اعین کا خاندان کوفہ میں شیعیان اہلبیت
من شیعۃ اھل البیت و	کا سب سے بڑا گھرانا تھا اور سب سے
اعظمھم شانا و اکثرھم	زیادہ بلند مرتبہ اور سب سے زیادہ افراد
رجالا و اعیانا و اطولھم مدۃ	اور نمایاں اشخاص رکھنے والا اور سب سے
و زمانا ادرک اولھم السجاد	زیادہ طولانی مدت تک باقی رہنے والا تھا

(۱) مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۲۰۹ (۲) مطبوعہ مصر ۱۹۲۶ء ص ۷۴

والباقر والصادق وبقی
اواخرھم الی اوائل الغیبة
الکبری وکان فیھم العلماء
والفقھاء والقراء والادباء
ورواة الحدیث

ان کے ابتدائی افراد نے امام زین العابدینؑ
اور امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ سے ملاقات
کی اور ان کے آخری افراد غیبت کبریٰ کے
ابتدائی حدود تک باقی رہے اور اس ضمن
میں ان کے اندر علماء، فقہاء، حفاظ قرآن،
ادباء، راویان حدیث ہر طبقہ کے افراد ہوتے رہے ہیں۔"

اس خاندان کے آخری مشہور شخص ابوغالب زراری تھے۔ اُنھوں نے ایک رسالہ میں جو بطور اجازہ لکھا ہے۔ اپنے خاندان کے حالات مختصر طور سے تحریر کیے ہیں۔ اس رسالہ میں اعین بن سنسن جو اس خاندان کے مورث اعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں، اُن کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ رومی غلام تھے۔ اُن کو قبیلہ شیبان کے ایک شخص نے خرید کیا، اور اپنا بیٹا بنا کر اُنکی تربیت کی اور تعلیم دلوائی "فحفظ القرآن وظرفا من الادب وخرج بارعا ادیبا" اُنھوں نے قرآن حفظ کیا اور ادبی معلومات حاصل کیے اور ایک فاضل ادیب کے درجہ تک پہونچے۔ ان کے باپ سنسن عیسائی راہب تھے۔ اعین کے بڑے ہونے کے بعد وہ اپنے بیٹے کے دیکھنے کو بلاد اسلام میں آئے، اور پھر یہ طریقہ جاری رہا کہ وہ اسلامی حکومت کی اجازت سے اپنے بیٹے کو دیکھنے آتے اور پھر واپس چلے جاتے تھے۔

(۵)

(۳۱) محمد بن عبداللہ الطیار

امام محمد باقرؑ کے خاص صحابی تھے۔ علامہ ابو علی حائری نے کتاب منتہی المقال میں ان کا تذکرہ ان کے بیٹے حمزۃ بن طیار کے حالات میں کیا ہے۔

عن حمزة الطیار قال سألنی ابو عبد اللہ عن قراءة القرآن فقلت ما انا بذلک فقال لکن ابوک قال و سألنی عن الفرائض فقلت و ما انا بذلک فقال لکن ابوک قال ثم قال ان رجلا من قریش کان لی صدیقا وکان عالما قاریا فاجتمع هو و ابوک عند ابی جعفرؑ وقال لیقل کل منکما علیٰ صاحبه و

حمزہ طیار کی روایت ہے کہ مجھ سے امام جعفر صادقؑ نے پوچھا کہ تم نے قرآن حفظ کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں میں تو حافظ قرآن نہیں ہوں حضرت نے فرمایا مگر تمھارے باپ وہ حافظ قرآن تھے پھر آپ نے علم میراث کے متعلق سوال کیا۔ میں نے کہا مجھے علم میراث سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا مگر تمھارے باپ، وہ علم میراث کے عالم تھے۔ پھر حضرت نے بیان فرمایا کہ میرے احباب میں ایک شخص تھا قبیلۂ قریش میں سے جو عالم اور حافظ قرآن تھا۔

يسأل كل منكما صاحبه ففعلا فقال القرشي لابي جعفرؒ قد علمت ما اردت اردت ان تعلمني ان في اصحابك مثل هذا قال هو ذاك فكيف رأيته

وہ تمھارے باپ کے ساتھ ایک دفعہ امام محمد باقرؒ کے یہاں مجتمع ہوگیا حضرت نے فرمایا تم دونوں آدمی ذرا باہم سوالات کرو اور ہر ایک دوسرے سے مشکل مسائل دریافت کرے چنانچہ دونوں آدمیوں میں گفتگو ہوئی اور آپس میں سوال وجواب ہوا

قرشی شخص نے امام محمد باقرؒ سے کہا کہ میں سمجھ گیا آپ کا مقصود اس سے کیا تھا؟ آپ دکھلانا چاہتے تھے کہ میرے اصحاب میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں، آپ نے فرمایا اچھا یونہی سہی ذرا سچ بتانا تم نے ان کو کیسا پایا؟

(۶)

(۳۲) یحییٰ ابن وثاب

مستند حفاظ قرآن میں سے تھے۔ حافظ سیوطی لکھتے ہیں تجرد قوم واعتنوا بضبط القراءة اتم عناية حتى صاروا ائمة يقتدى بهم ويرحل اليهم "تابعین کی جماعت کے بعد کچھ لوگ ایسے ہیں جو مخصوص ہو گئے اور انھوں نے قرآن کے حفظ میں پوری توجہ کی اور قرأت میں امام مان لیے گئے کہ سب لوگ اُن کی اقتدا کرتے اور ان سے استفادہ

کے لیے دور و دراز کی مسافت طے کرتے تھے۔

انہی افراد کی فہرست میں کوفہ کے لوگوں میں یحییٰ بن وثاب کا شمار کیا[1]

یحییٰ حفظ قرآن میں اعمش کے استاد تھے شیخ الطائفہ شیخ محمد بن الحسن الطوسی نے کتاب "رجال" میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے۔

قیل للاعمش علی من قرأت قال علی یحیی بن وثاب و یحیی بن وثاب قرأ علی عبید بن نضلة کان یقرأ کل یوم آیة تفرغ من القرآن فی سبع واربعین سنة و یحیی بن وثاب کان مستقیما وذکر الاعمش انه کان اذا صلی کانه یخاطب احدا

"اعمش سے دریافت کیا کہ تم نے حفظ قرآن کس سے کیا ہے؟ انھوں نے کہا یحییٰ بن وثاب سے اور یحییٰ بن وثاب نے قرآن حفظ کیا ہے عبید بن نضلہ سے۔ وہ روزانہ ایک آیت حفظ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تمام قرآن کے حفظ سے سینتالیس برس میں فارغ ہوئے یحییٰ بن وثاب مذہبی حیثیت سے ٹھیک تھے۔

اعمش کا بیان ہے کہ جب یحییٰ نماز پڑھتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی سے باتیں کر رہے ہیں"۔

علامہ حلی نے "خلاصہ" میں بھی اسکا تذکرہ کیا ہے۔

(۱) اتقان مطبوعہ دہلی ص۱۰۱

(۷)

(۳۴)

شہید راہ حق
زید بن علی بن الحسین
علیہم السّلام

تسبیح فاطمہ کا ایک متبرک دانہ اور گردن بند زہرا کا چمکدار موتی۔ معصوم نہیں مگر معصوم نما انسان اور معصومین کی بارگاہ سے سند یافتہ مجاہد۔ بنی امیہ کے ظلم کا بے جرم شکار اور حق و صداقت کی خاطر جان دینے والا شہید۔

نہیا عقیدوں کی ایجاد خیالات کی پیداوار نے بہت لوگوں کو آپکی امامت کا گرویدہ بنایا، اور زیدی فرقہ کے لوگ اب تک موجود ہیں جو آپکی امامت کے قائل ہیں لیکن نصاریٰ کے الوہیت مسیح کے عقیدہ سے اگر مسیح کا دامن بری ہے تو غیر ذمہ دار افراد کے معتقد امامت ہونے سے زید کے دامن پر کوئی دھبّا نہیں آسکتا۔

امام جعفر صادقؑ نے آپ کے لیے دعائے رحمت و رضوان کی ہے، جو ہمارے لیے سند ہے۔

آپ نسل دیگر علوم کے حفظ قرآن کی صفت میں بلند پایہ رکھتے تھے۔
ابن عنبہ نے عمدۃ الطالب[۱] میں آپ کی نسل کے ایک بزرگ محمد بن یحییٰ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

کان یحفظ القرآن وکذا آباؤہ الی امیرالمومنین علی بن ابیطالبؑ وھذہ فضیلۃ حسنۃ "آپ حافظ قرآن تھے، اور اسی طرح آپ کے تمام آباؤ اجداد امیرالمومنین علی بن ابیطالبؑ تک اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے"

زید کی ایک مستقل قراءت ہے جو آپ کی متصل سند سے اپنے آباء معصومین علیہم السّلام سے نقل کیجاتی ہے۔ شیخ الطائفہؒ نے فہرست مصنفین شیعہ" میں "عمر بن موسیٰ وجیہی" کے حالات میں لکھا ہے۔

لہ کتاب قراءۃ زید بن علی اخبرنا احمد بن عیسیٰ دن عن ابی بکر الدوری عن ابی بکر محمد بن عمر بن سالم الجعابی قال حدثنی ابو عبداللہ محمد بن سلیمان بن محبوب من اھل الکوفۃ قال حدثنی ابراھیم بن مسکین ابو اسحٰق الھروی کتبت منہ فی الحربیۃ سنۃ احدی و ستین وما ئتین قال حدثنی محمد بن خمس ابو بکر

(۱) مطبوعہ بمبئی ص۲۱۱

الفزاری قال حدثنی عمر بن موسی الوجیھی قال ھذہ القراءۃ سمعتھا من زید بن علیؑ بن الحسین قال وسمعت زید بن علی یقول ھذہ قراءۃ امیر المومنین علیؑ بن ابیطالب علیہ السلام قال وما رأیت اعلم بکتاب اللہ وناسخہ ومنسوخہ ومشکلہ واعرابہ منہ۔

"ان کی ایک کتاب ہے قرأت زید بن علیؑ کے متعلق جس کے بارے میں باسند متصل عمر بن موسی وجیہی سے منقول ہے کہ اس قرارت کو میں نے زید بن علی سے خود سنا ہے اور زید بن علی کہتے تھے کہ یہ قرارت امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ کی ہے۔ عمر بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے کوئی شخص کتاب خدا اور اُس کے ناسخ و منسوخ اور مشکلات اور رموز نحویہ کا جاننے والا زید بن علی سے بہتر نہیں دیکھا"

صاحب مناقب علامہ ابن شہر آشوب "معالم العلماء" میں تحریر کرتے ہیں

عمر بن موسی الوحیدی زیدی لہ کتاب قراءۃ زید عن ابیہ عن امیر المومنین علیہ السلام۔

یہ "وحیدی" اور "وجیہی" کا فرق قلمی نسخوں کے اختلاف کی بنا پر ہے۔

علامۃ الدہر سید حسن صدر نے "تاسیس الشیعہ" میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے اُس کے قلمی نسخہ میں "عمر بن موسی الوجیہی" ہے۔

زید کی شہادت کوفہ میں ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں سنہ ۱۲۲ھ میں ہوئی، اور آپ کی ولادت سنہ ۸۰ھ میں تھی۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۲ سال کی قرار پاتی ہے۔

(۸)

(۳۴) مادحِ اہلبیتؑ
کمیت بن زید اسدی
شاعر

بلند مرتبہ متکلم، جلیل القدر عالم اور مشہور و معروف شاعر تھے۔ انکے قصائد جو بنی ہاشم کی مدح میں "ہاشمیات" کے نام سے موجود ہیں۔ بنائے ادب میں صدیوں تک کعبہ بنے رہے ہیں۔

مصر میں یہ قصائد متعدد مرتبہ شائع ہوئے ہیں جن میں سے ایک ایڈیشن میں مصر کے ممتاز عالم اُستاذ محمد محمود درافعی کی شرح ہے اور اُس کے ساتھ مبسوط مقدمہ شامل کیا گیا ہے۔

اس مقدمہ میں موصوف تحریر کرتے ہیں (۱)

(۱) صفحہ ۱۹

کان فی الکمیت عشر خصال لم تکن فی شاعر کان خطیب بنی اسد و فقیہ الشیعۃ و حافظ القرآن وکان کاتبا حسن الخط وکان نسابۃ وکان جدلیا وھو اول من ناظر فی التشیع مجاھرا بذلک وکان رامیا لم یکن فی بنی اسد ارمی منہ وکان فارسا وکان شجاعا وکان سخیا دینا۔

"کمیت میں دس باتیں ایسی تھیں جو کسی اور شاعر میں سوائے اُن کے مجتمع نہ تھیں۔ وہ قبیلۂ بنی اسد کے خطیب تھے، اور فرقہ شیعہ کے فقیہ تھے، اور حافظ قرآن تھے۔ اور کاتب تھے بہت خوشنویس اور علم نسب کے ماہر تھے اور مناظر تھے بڑے کامل، اُنھوں نے سب سے پہلے شیعیت کے اوپر مناظرہ کیا اور تشیع کا کھلے طور سے مظاہرہ کرتے تھے، قبیلۂ بنی اسد میں اُن سے بہتر تیر انداز کوئی نہیں تھا اور وہ شہسوار تھے اور بہادر تھے اور سخی پابند مذہب تھے"۔

"نسمۃ السحر فیمن تشیع و شعر" میں اُن کے حالات بہت تفصیل سے درج ہیں۔

سنہ ۱۲۶ھ میں وفات پائی۔

(۹)

(۳۵) عاصم بن ابی النجود بہدلہ کوفی

قرّاء سبعہ میں سے ایک بزرگ ہیں جن کے حفظ قرآن کو تمام علمِ اسلامی نے مستند سمجھا ہے۔ شیخ عبد الجلیل رازی نے نقض الفضائح میں ان کے تشیع کی تصریح کی ہے۔ قاضی نور اللہ شوستری نے بھی مجالس المومنین میں اُن کو شیعہ بتایا ہے۔

سید حسن صدر مدظلہ "الشیعہ وفنون الاسلام" میں تحریر فرماتے ہیں،

"انہ کان مقتدی الشیعۃ قرأ علی ابی عبد الرحمن السلمی القاری علی علیّ علیہ السلام ولذا کانت قراءۃ عاصم احبّ القراءات الی علمائنا"

یہ شیعہ جماعت کی ممتاز فرد ہیں، انھوں نے حفظ قرآن ابو عبد الرحمن سلمی سے کیا جو امیر المومنینؑ سے حفظ قرآن کیے ہوئے تھے اور اسی وجہ سے عاصم کی قرأت ہمارے علماء کو تمام قرأتوں سے زیادہ پسند ہے"۔

عاصم نے ۱۲۸ھ میں انتقال کیا۔

(۱۰)

(۳۶) ابواسحٰق عمرو بن عبد اللہ سبیعی ہمدانی

بریر ہمدانی شہید یوم طف (کربلا) کے حقیقی ماموں، شیعیان اہلبیت کی ایک ممتاز فرد تھے۔ زہد و تقویٰ اور تہجد و عبادت میں مشہور زمانہ اور عام مردِ لعزیزی کے مالک تھے۔

محمد بن جعفر مودب کی روایت ہے۔ ان ابا اسحٰق صلی اربعین سنۃ بوضوء العتمۃ صلوٰۃ الغداۃ وکان یختم القرآن فی کل لیلۃ ولم یکن فی زمانہ اعبد منہ ولا اوثق فی الحدیث عند الخاص والعام وکان من ثقات علی بن الحسین ولد فی لیلۃ قبض فیہا امیر المومنین وقبض ولہ تسعون سنۃ۔

"ابواسحٰق نے چالیس برس تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی اور وہ ہر شب قرآن مجید ختم کرتے تھے، اور ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ عبادت گذار اور قابل اعتماد خاص و عام میں یکساں طور سے کوئی شخص نہ تھا، اور آپ امام زین العابدین کے معتمد لوگوں میں سے تھے۔

شب وفات امیر المومنین یعنی ۲۱ ماہ صیام ۴۰ھ میں متولد ہوئے تھے اور ۹۰ برس کی عمر میں انتقال کیا۔[۱]

(۱) بحار الانوار ج ۱۱ ص ۳۴۔ تحفۃ المقال ص ۵۹۔ منتہی المقال ص ۲۳۲۔

لیکن دوسرے لوگوں نے ان کی ولادت کو اس سے قبل بنایا ہے۔

مقدسی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ قال شریک سمعت ابا اسحٰق یقول ولدت فی سنتین من امارۃ عثمان۔

"خود ابو اسحٰق کا بیان تھا کہ میری ولادت حضرت عثمان کی حکومت کے زمانہ میں دو برس باقی تھے جب ہوئی ہے"۔

ابن خلکان نے لکھا ہے۔

من اعیان التابعین رأی علیاً وکان یقول رفعنی ابی حتی رأیت علی بن ابیطالب یخطب وھو ابیض الراس واللحیۃ و کان کثیر الروایۃ ولد لثلث سنین بقین من خلافۃ عثمان۔

"انھوں نے حضرت علیؑ کو دیکھا تھا اور بیان کرتے تھے کہ مجھے میرے والد نے گود میں لے کر دکھایا۔ میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا۔ آپ خطبہ فرما رہے تھے اور آپ کے سر و ریش کے بال بالکل سفید تھے۔ ان کی ولادت حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت کے ۳ سال باقی تھے جب ہوئی تھی"۔

ہمارے شیخ الحدیث شیخ علی آل کاشف الغطاء رحمۃ اللہ علیہ نے "الحصون المنیعہ فی طبقات الشیعہ" میں انکا تذکرہ کیا ہے۔

"تاج العروس شرح قاموس" میں سید مرتضیٰ زبیدی نے لکھا ہے

طائفۃ یقال لھا السبئیۃ من غلاۃ الشیعۃ ذکرہ السمعانی۔

"سبعیہ گروہ غالی شیعوں میں سے تھا۔ سمعانی نے "کتاب الانساب" میں
اس کا تذکرہ کیا ہے"۔
ابو اسحٰق نے باختلاف اقوال ۱۲۷ھ ۱۲۸ھ ۱۲۹ھ یا ۱۳۲ھ میں انتقال کیا
(۲۰۱۴)

(۴۷) یحییٰ بن یعمر تابعی

ذہبی نے طبقات القرار میں لکھا ہے کہ ابی بن کعب سے بہت سے صحابہ نے حفظ قرآن کیا۔ پھر ان صحابہ سے بہت سے تابعین نے، ان میں سے بصرہ میں یحییٰ بن یعمر تھے (۱)

"الشیعہ وفنون الاسلام" میں لکھا ہے۔

احد اعلام الشیعۃ فی علم القرآن، قال ابن خلکان ھو احد قراء البصرۃ وعنہ اخذ عبد اللّٰہ بن اسحٰق القراءۃ وکان عالما بالقرآن الکریم والنحو ولغات العرب واخذ النحو عن ابی الاسود الدؤلی۔

فرقہ شیعہ کی ایک ممتاز فرد تھے جو علم قرات میں کمال رکھتے تھے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ وہ بصرہ کے حفاظ میں سے تھے اور عبد اللّٰہ بن اسحٰق

(۱) اتقان مطبوعہ دہلی ص ۱۰۲

نے قرآن کا حفظ انہی سے کیا تھا۔ اور وہ قرآن کے عالم بھی تھے۔ اور نحو اور لغات عرب میں بھی کمال رکھتے تھے۔ انھوں نے علم نحو ابو الاسود دوئلی سے حاصل کیا تھا"

روض نزاہر میں شعبی کی روایت ہے کہ جب حجاج کو معلوم ہوا یحییٰ بن یعمر کا قول ہے کہ حسن و حسین ذریت رسولؐ میں سے ہیں، اور اس زمانہ میں یحییٰ بن یعمر خراسان میں تھے تو حجاج نے قتیبہ بن مسلم حاکم خراسان کو لکھا کہ یحییٰ بن یعمر کو میرے پاس بھیجو۔ (شعبی) کا بیان ہے کہ میں اسوقت حجاج کے دربار میں تھا جب یحییٰ بن یعمر سامنے لائے گئے۔ حجاج نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم حسن اور حسین کو ذریت رسولؐ میں داخل سمجھتے ہو۔ یحییٰ نے کہا "بیشک ایسا ہی ہے" حجاج نے کہا بخدا اگر تم نے اس کو ثابت نہ کیا اور واضح دلیل کتاب خدا سے پیش نہ کی تو میں تمہارے ساتھ بری طرح پیش آؤں گا مگر آیت مباہلہ یعنی قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم میرے سامنے نہ پڑھنا۔ کوئی اور دلیل پیش کرنا۔ یحییٰ نے کہا تو میں اگر اسکو ثابت کر دوں اور واضح دلیل کتاب خدا سے پیش کر دوں تو میری جان بخشی ہو گی حجاج نے کہا ہاں ضرور تمھیں امان ہے یحییٰ نے کہا قال اللہ تعالیٰ و وھبنا لہ اسحٰق ویعقوب کلا ھدینا ونوحا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمٰن وایوب ویوسف وموسیٰ وھارون

وکذٰلک نجزی المحسنین وزکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس کل من الصالحین۔ تم ہی بتاؤ کہ عیسیٰ کے باپ کون تھے؟ باوجود اسکے خداوند عالم نے اُن کو ابراہیم کی ذریت میں داخل قرار دیا، حالانکہ عیسیٰ اور ابراہیم کے درمیان اُس سے زیادہ فاصلہ ہے جتنا حسن وحسین اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ہے۔

حجاج نے کہا یقیناً تم نے اپنی ذمہ داری کو پورا کر دیا، اور کتاب خدا سے واضح دلیل پیش کر دی۔ خدا کی قسم میں نے کتنی ہی مرتبہ یہ آیت پڑھی ہے مگر کبھی مجھے اس پہلو کی طرف توجہ نہیں ہوئی۔"(۱)

سنہ ۱۲۵ھ میں وفات پائی۔

(۱۲)

(۳۸) حسین ذوالدمعۃ ابن زید الشہید

اپنے جد بزرگوار حضرت سید الشہداء کے نام و کنیت دونوں میں یادگار ابوعبداللہ الحسین مشہور تھے۔ سات برس کی عمر میں یتیم ہوئے اور اپنے ابن عم حضرت امام جعفر صادقؑ کے سایۂ عطوفت میں تربیت پائی۔

"عمدۃ الطالب فی انساب آل ابیطالب" میں لکھا ہے۔

(۱) حیوٰۃ الحیوان۔ ج ۱ صفحہ ۱۱۵

هومن اصحاب الصادق جعفر بن محمد قتل ابوہ وھو صغیر فرباہ جعفر بن محمد۔

"جعفر بن محمد صادق کے اصحاب میں سے تھے۔ آپ کے والد شہید ہوئے، اُسوقت آپ کمسن تھے تو حضرت جعفر بن محمد نے آپ کی تربیت کی"

ان کے پوتے ابو المکارم محمد بن یحیی کے حالات میں لکھا ہے۔

کان یحفظ القرآن وکذا اباؤہ الی امیر المومنین علی بن ابیطالب وھذہ فضیلۃ حسنۃ۔

"قرآن کے حافظ تھے اور اسی طرح ان کے تمام آباء و اجداد امیر المومنین علی بن ابیطالب تک برابر سب حافظ قرآن تھے اور یہ خاص فضیلت ہے جو اس سلسلہ کو حاصل تھی" (۱)

(۱۳)

(۳۹) ابان بن تغلب

بڑے جلیل المرتبت راوی حدیث۔ فقیہ اور اصحاب ائمہ معصومین میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ امام زین العابدینؑ۔ امام محمد باقرؑ۔ امام جعفر صادقؑ تین معصوموں کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور ۳۰ ہزار احادیث کی روایت کی

(۱) عمدۃ الطالب مطبوعہ بمبئی ص ۲۳۲

امام محمد باقرؑ نے فرمایا اجلس فی مسجد المدینۃ وافت الناس فانی احب ان یریٰ فی شیعتی مثلک "مسجد مدینہ میں بیٹھکر فتوے دیا کرو۔ میرا بڑا دل خوش ہوتا ہے کہ میرے شیعوں میں تمہارا ایسا شخص نظر آتا ہے"

اور امام جعفر صادقؑ نے فرمایا یا ابان ناظر اھل المدینۃ فانی احب ان یکون مثلک من رواتی ورجالی "اے ابان! مدینہ کے لوگوں سے مذہبی بحث کیا کرو، کیونکہ مجھے بڑی خوشی ہے کہ تمہارا ایسا شخص میرے رواۃ حدیث اور مصاحبوں میں سے ہے"

امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں انتقال کیا اور حضرت کو خبر پہونچی تو فرمایا اما واللہ لقد اوجع قلبی موت ابان۔ "بخدا میرے دل کو دکھا دیا ابان کے مرنے نے"[1]

حافظ جلال الدین سیوطی نے "بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ"[2] میں لکھا ہے

قال یاقوت کان قارئا فقیھا لغویا اماميا ثقۃ عظیم المنزلۃ جلیل القدر روی عن علی بن الحسین وابی جعفر

یاقوت (حموی) نے کہا ہے کہ وہ حافظ قرآن فقیہ، لغوی، شیعہ امامی معتبر بلند رتبہ جلیل القدر تھے۔ حضرت علی بن الحسین اور ابو جعفر امام محمد باقرؑ اور ابو عبداللہ

(۱) خلاصہ علامہ مطبوعہ طہران صـ۸ (۲) بغیۃ مطبوعہ مصر صـ۱۷۶

وابی عبد اللہ علیہم السلام
وسمع من العرب وصنف
غریب القرآن وغیرہ وقال
الدانی ھو ربعی کوفی نحوی
یکنی ابا امیۃ اخذ القراءۃ
عن عاصم بن ابی النجود و
طلحۃ بن مطرف وسلیمان
الاعمش وھو احد الثلثۃ
الذین ختموا علیہ القرآن ۔

(جعفر صادقؑ) سے احادیث کی روایت
کی ہے اور عرب اہل زبان سے بہت
معلومات حاصل کیے اور لغات قرآن
وغیرہ کے متعلق کتابیں لکھیں (ابوعمرو)
دانی (مصنف طبقات القراء) نے لکھا
ہے کہ وہ قبیلہ ربیعہ سے کوفہ کے رہنے والے
علم نحو کے عالم تھے۔ ابوامیہ کنیت رکھتے
تھے۔ انھوں نے قرآن کا حفظ عاصم اور
طلحہ بن مطرف اور اعمش سے کیا اور یہ
ان تین میں سے ایک ہیں جنھوں نے قرآن کو اعمش کے سامنے ختم کیا تھا۔

شیخ طوسی نے فہرست مصنفین شیعہ میں لکھا ہے۔

کان قاریا فقیھا لغویا نبیلا و سمع من العرب وحکی عنھم

"حافظ قرآن، فقیہ، لغوی بڑے جامع علوم وفنون تھے عرب اہل زبان
سے معلومات حاصل کیے اور انھیں دوسروں سے بیان کیا۔"

اسکے بعد لکھتے ہیں۔

ولابان قراءۃ مفردۃ اخبرنا بھا احمد بن محمد بن موسیٰ
قال حدثنا احمد بن محمد بن سعید قال حدثنا ابو بکر

محمد بن یوسف الرازی المقری بالقادسیۃ سنۃ احدی وثمانین ومأتین قال حدثنی ابونعیم الفضل بن عبداللہ بن عیاش بن محمد الازدی الطالقانی ساکن سواد البصرۃ سنۃ خمس وخمسین ومائتین بالری قال حدثنا محمد ابن موسی بن ابی مریم صاحب اللؤلؤ قال سمعت ابان بن تغلب ومااحد اقرأ منہ یقرأ القرآن من اولہ الی آخرہ وذکر القراءۃ۔

"ابان بن تغلب کی قرارات سبعہ کے علاوہ ایک مستقل قرارت تھی جو بسند متصل محمد بن موسی بن ابی مریم صاحب اللؤلؤ کے ذریعہ سے ابان بن تغلب سے نقل ہوئی ہے اور محمد بن موسی کا قول تھا کہ میں نے ابان بن تغلب سے بہتر کوئی حافظ قرآن نہیں دیکھا۔ وہ قرآن کو اول سے آخر تک حفظ کیے ہوئے تھے"

ابن ندیم نے فہرست میں لکھا ہے۔

ولہ من الکتب معانی القرآن لطیف کتاب القراءۃ کتاب من الاصول فی الروایۃ علی مذھب الشیعۃ۔

"ان کے مؤلفات میں سے ہے کتاب معانی قرآن کتاب قرأت اور ایک کتاب اصول احادیث میں جو مذہب شیعہ کے مطابق احادیث پر مشتمل ہو"

ابن شہر آشوب معالم العلماء میں لکھتے ہیں۔

ابان بن تغلب بن رباح لقی السجاد والباقر والصادق علیہم السلام صنف الغریب فی القرآن وھذبہ عبدالرحمٰن بن محمد الازدی الکوفی بعدہ فجمع منہ ومن کتاب الکلبی وابی روق بن عطیۃ بن الحرث فجعلہ کتابا واحدا باقوالھم ولہ قراءۃ مفردۃ واصل۔

ملا محمد بن علی اردبیلی کتاب جامع الرواۃ میں لکھتے ہیں۔

انہ من وجوہ القراء لغوی سمع العرب وحکی عنہم وکان مقدما فی کل فن من العلم فی القرآن والفقہ والحدیث والادب واللغۃ والنحو ولہ کتب ولہ قراءۃ مفردۃ مشہورۃ عند القراء۔

"یہ بڑے ممتاز حافظوں میں سے تھے اور علم قرآن۔ فقہ۔ حدیث۔ ادب۔ لغت۔ نحو۔ تمام فنون میں اپنے معاصرین میں سب سے آگے تھے۔ مختلف کتب کے مصنف ہیں اور ان کی ایک مستقل قراءت ہے جو حفاظ قرآن کے درمیان مشہور و معروف ہے۔"

۱۴۰ھ یا ۱۴۱ھ میں وفات پائی۔

میرزا جالی

(۴۰)

اعمش کوفی

سلیمان بن مہران ابو محمد اسدی نام تھا۔ بڑے بلند پایہ کے بزرگوار ہیں۔ علمائے اہلسنت نے ان کے تشیع کی تصریح کی ہے اور علمائے شیعہ نے بھی اُسکو تسلیم کیا ہے۔

ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں لکھا ہے۔

الشیعۃ الحرث الاعور وصعصعۃ بن صوحان والاصبغ بن نباتۃ وعطیۃ العوفی وطاؤس والاعمش۔

شیخ الاسلام حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں بذیل حالات عبدالرحمن بن ابی حاتم محمد بن ادریس رازی لکھا ہے۔ وماذکرتہ لولا ذکر ابو الفضل السلیمانی فبئس ماصنع فانہ قال ذکر اسامی الشیعۃ من المحدثین الذین یقدمون علیاً علی عثمان الاعمش النعمان بن ثابت۔ شعبۃ بن الحجاج عبد الرزاق عبداللہ بن موسیٰ عبد الرحمن بن ابی حاتم۔" میں کبھی اس شخص کا تذکرہ نہ کرتا اگر ابو الفضل سلیمانی نے ان کا ذکر نہ کیا ہوتا لیکن ابو الفضل نے ان کا ذکر کیا ہے اور بہت بُرا کیا کہ تذکرہ کیا (لہذا میں بھی

مجبور ہوا) ابوالفضل سلیمانی نے کہا ہے، یہ اُن شیعی محدثین کے اسماء ہیں، جو حضرت علیؑ کو عثمان پر ترجیح دیتے تھے۔ اعمش۔ نعمان بن ثابت، شعبہ بن حجاج عبدالرزاق۔ عبیداللہ بن موسیٰ۔ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم۔

علامۃ الدہر سید حسن صدر دام ظلہ اپنی کتاب "تاسیس الشیعۃ الکرام لفنون الاسلام" میں لکھتے ہیں۔

امام القرآء بالکوفۃ قرء علیہ ابان بن تغلب وحمزۃ احد السبعۃ وقد نص علماء اہل السنۃ علی تشیع الاعمش وقال الشہید الثانی فی حاشیۃ خلاصۃ الرجال اصحابنا ترکوا ذکرہ ولقد کان حریا بالاستقامۃ وفضلہ وثاقۃ ذکرہ اہل السنۃ فی کتبہم واثنوا علیہ مع اعترافہم بتشیعہ وقال المحقق البہبہانی نظیرہ من روایات تذکرہ من الشیعۃ و انہ منقطع الیہم علیہم السلام مخلصا مع کونہ فاضلا نبیلا وقال المحقق محمد باقر المیر الداماد فی الرواشح ما لفظہ معروف بالفضل والثقۃ والجلالۃ والتشیع والاستقامۃ والعامۃ ایضا اثنوا علیہ ومطبقون علی فضلہ وثقتہ معترفون بجلالتہ مع اعترافہم بتشیعہ سألہ المنصور الدوانیقی ابو جعفر العباسی کم تحفظ من حدیث فی فضائل

علیؑ فقال عشرۃ آلاف حدیث کما فی امالی الشیخ الطوسی وقال الامام ابراهیم بن محمد البیهقی فی باب مساوی الثقاۃ من کتاب المحاسن والمساوی قیل ودخل ابوحنیفۃ علی الاعمش یوما فاطال جلوسہ فقال لعلی قد ثقلت علیک قال وانی لاستثقلک وانت فی منزلک فکیف وانت عندی انتھی وھو فی صفحہ ۲۲۴ من الجزء الثانی المطبوع بمصر

"کوفہ کے حفاظ میں امام کا درجہ رکھتے تھے۔ ابان بن تغلب اور حمزہ نے جو قراء سبعہ میں سے ہیں، ان سے قرآن حفظ کیا۔ علمائے اہلسنت نے ان کے تشیع کی تصریح کی ہے۔ شہید ثانی نے حاشیہ خلاصۃ الرجال میں لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے اُن کا تذکرہ اپنی کتب میں ترک کیا ہے۔ حالانکہ اپنی درستی عقیدہ اور ذاتی فضیلت کے لحاظ سے اُن کا تذکرہ کیا جانا مناسب تھا۔ اہلسنت نے اپنی کتب میں ان کا ذکر کیا ہے، اور باوجود اقرار تشیع کے ان کی مدح وستائش کی ہے، اور محقق بہبہانی نے لکھا ہے کہ ان کے روایات سے ان کا شیعہ ہونا ظاہر ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ائمہ کے مخصوصین میں سے تھے، اور علاوہ ذاتی فضائل اور علوم مرتبت کے ائمہ کی بارگاہ میں خلوص رکھتے تھے۔ اور میر باقر داماد نے رواشح میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ علم و فضل۔ اعتماد و اعتبار اور

جلالت قدر۔ تشیع اور پختگی عقیدہ میں مشہور و معروف ہیں اور اہلسنت نے بھی ان کی تعریف کی ہے اور وہ باوجود اقرار تشیع کے اُن کے علم و فضل استناد و اعتبار کے اوپر متفق معلوم ہوتے ہیں۔ منصور دوانقی (خلیفہ بنی عباس) نے دریافت کیا، تم کو فضائل امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ میں کتنی حدیثیں یاد ہیں۔ کہا ''دس ہزار حدیثیں'' شیخ طوسی نے کتاب امالی میں اسکا ذکر کیا ہے

بیہقی نے کتاب المحاسن والمساوی میں باب مساوی الثقات میں لکھا ہے کہ ایک روز امام ابو حنیفہ اعمش کے پاس تشریف لائے اور بہت دیر تک بیٹھے "اعمش سے کہا کہ شاید میں تم پر گراں معلوم ہوا ہونگا۔

اعمش نے کہا تم تو میری طبیعت پر بار رہتے ہو، اُس وقت جب تم اپنے گھر میں ہو۔ پھر چہ جائیکہ اب اسوقت جب کہ تم میرے پاس موجود ہو۔ اسکا تذکرہ محاسن و مساوی جلد دوم مطبوعہ مصر ص۲۲ میں موجود ہے یہ بڑے درجہ کے حافظ قرآن تھے۔ حافظ سیوطی نے اُن لوگوں میں کہ جنھوں نے کوفہ میں تابعین سے حفظ قرآن کیا تھا، انکا تذکرہ کیا ہے۔[1]

"الشیعہ و فنون الاسلام" میں ہے۔ عنه اخذ ابان بن تغلب القراءة "ابان بن تغلب نے قرآن انہی سے حفظ کیا"۔

شکلہ ھ میں انتقال ہوا۔

(۱) اتقان مطبوعہ دہلی ص۱۰۵

(۱۵)

(۱۴) سلیمان بن خالد بن دہقان

امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں سے تھے۔ زید شہید کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے اور اسدن انکی انگلی قطع ہو گئی۔

علامہ حلی نے خلاصہ میں لکھا ہے۔ ثقہ صاحب قرآن۔ "یہ ثقہ اور قرآن کے عالم تھے"۔

نجاشی نے کتاب الرجال میں لکھا ہے۔ کان قاریا فقیها وجها روی عن ابی جعفرؑ وابی عبد اللہؑ۔

"حافظ قرآن، فقیہ اور نامآور شخص تھے۔ امام باقرؑ و صادقؑ سے روایت کرتے ہیں"۔

منتہی المقال میں ہے مات فی حیوۃ ابی عبد اللہ فتوجع لفقدہ ودعا لولدہ واوصی بهم اصحابہ

"امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں ان کا انتقال ہوا تو حضرت کو بڑا صدمہ ہوا، اور آپ نے ان کی اولاد کے لئے دعائے خیر کی اور اپنے اصحاب کو اُن کی خبرگیری کی ہدایت فرمائی"۔

(۱۶)

(۴۲) عبداللہ بن ابی یعفور

اصحاب امام جعفر صادقؑ میں سے تھے، اور حضرت کی زندگی میں انتقال کیا
خلاصہ علامہ میں ہے۔ ثقۃ ثقۃ جلیل فی اصحابنا کریم علی
ابی عبد اللہ علیہ السلام۔
"بہت بڑے ثقہ اور ہمارے رواۃ میں جلیل المرتبت اور امام جعفر صادقؑ
کی بارگاہ میں بارسوخ تھے"۔
پھر لکھا ہے۔ وکان قاریا یقرئ فی مسجد الکوفۃ۔
" وہ حافظ قرآن تھے اور مسجد کوفہ میں بیٹھکر لوگوں کو حفظ قرآن کراتے تھے"

(۱۷)

(۴۳) زرارہ بن اعین شیبانی

آسمان تشیع کا ایک چمکتا ہوا ستارہ، بلکہ اصحاب ائمہ میں آفتاب کیطرح
مشہور و معروف اور ضیا بار و عالمتاب۔ ان کے استناد و اعتبار مقبولیت
وجلالت قدر کے لئے ائمہ رجال کے اقوال اور مستند محدثین کے معتبر روایات
متفقہ حیثیت سے فراہم ہیں جن کے مقابلہ میں روایت تضعیف کی کوئی

وقعت نہیں ہے۔

اُن روایات کے نقد و تبصرہ اور اُن کے رواۃ کی جرح و تعدیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ اسکے لئے علم رجال کی کتاب درکار ہے۔

علامہ حلیؒ نے خلاصہ میں اُن کے حافظ قرآن ہونے کی شہادت دی ہے اور لکھا ہے۔

شیخ من اصحابنا فی زمانہ ومتقدمھم وکان فقیہا قاریا متکلما شاعرا ادیبا قد اجتمعت فیہ خصال الفضل والدین ثقۃ صادق فیما یرویہ مات سنۃ خمسین ومائۃ

"ہمارے علماء میں اپنے زمانہ کے بڑے بزرگ مرتبت شخص اور اُن کے پیشرو تھے۔ وہ فقیہ، حافظ قرآن، متکلم، شاعر اور ادیب تھے۔ اور خدا نے اُن میں تمام باتیں علم و شریعت کی جمع کر دی تھیں۔ ثقہ تھے اور روایت میں بڑے صادق اللہجہ۔ ۱۵۰ھ میں انتقال ہوا۔"

(۱۸)

حمران بن اعین (۴۴)

زرارہ بن اعین کے بھائی تھے اور باعتبار جلالت قدر و رفعت مرتبہ اُن کے برابر نہیں تو قریب، ابو غالب زراری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے

كان من اكبر مشائخ الشيعة المفضلين الذين لا يشك فيهم وكان احد حملة القرآن ومن يعد ويذكر اسمه فی كتب القراءات وروی انه قرأ على ابی جعفر محمد بن علی علیہما السلام

"وہ بڑے بزرگان فرقۂ شیعہ میں سے تھے جن کے متعلق شک کرنے کی گنجائش نہیں اور وہ حامل قرآن افراد میں سے ایک فرد تھے اور ایسے شخص تھے کہ اُن کے نام کا تذکرہ ہوتا ہے قرات کی کتابوں میں، اور بیان کیا گیا ہے کہ اُنھوں نے قرآن امام محمد باقرؑ سے حفظ کیا تھا۔

علم رجال کی کتاب منتہی المقال میں بھی اس عبارت کو نقل کیا ہے حافظ ذہبی نے ان کو رافضیت کی سند دیدی ہے، ملاحظہ ہو

اتقان سیوطی (۱)

الحاكم فی المستدرک من	حاکم نے مستدرک میں حمران بن اعین
طريق حمران بن اعين عن	کی سند سے ابو الاسود دوئلی سے اور اُنھوں نے
ابی الاسود الدؤلی عن ابی ذر	ابوذر سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی
قال جاء اعرابی الی	رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا
رسول الله صلی الله علیه	یا نبیئ الله (یعنی اُس نے ہمزہ کے ساتھ
وسلم فقال یا نبیئ الله قال	کہا) حضرت نے فرمایا میں نبیئ الله نہیں ہوں

(۱) مطبوعہ دہلی صـــــ

لست بنبیٔ اللہ ولکنی نبیّ اللہ — بلکہ نبیّ اللہ ہوں۔ ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث

قال الذھبی حدیث منکر — نادرست ہے اور حمران رافضی شخص

وحمران رافضیؔ۔ — ہے۔

حمران کے انتقال کا صحیح سنہ معلوم نہیں ہوا ہے۔

(۱۹)

(٤٥) ابو عمرو بن العلاء

قرآءِ سبعہ میں سے تھے جن کے حفظ قرآن پر تمام امت اسلامیہ کا اجماع ہوگیا ہے۔ امام جعفر صادقؑ کے صحابی تھے۔ ابو عبداللہ برقی نے کتاب المحاسن میں ان کی ایک حدیث امام جعفر صادقؑ سے نقل کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تقیہ پر عامل تھے اور اسی لئے اکثر علمائے اہلسنت کو ان کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے۔ حدیث یہ ہے کہ قال لی ابو عبد اللہ الصادقؑ یا ابا عمر تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ۔

”مذہب کے دس میں سے ۹ حصے تقیہ میں منحصر ہیں اور مذہب کا پابند ہو نہیں سکتا جو تقیہ پر عامل نہ ہو۔“(۱)

باوجود اس کے ابن انباری نے نزہتہ الالبا میں لکھا ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی

(۱) تقیہ حضرت جذبات فطرت سے کس درجہ مطابق ہے اور مذہب کی بنیاد تقیہ پر کس صورت سے ہے یہ ایک مستقل رسالہ کے حوالہ ہے جس کے لئے وقت کی ضرورت ہے ۱۲۔

نے اپنے عہد حکومت میں ان کو گرفتار کرا کے اپنے پاس بلوانا چاہا اور انہوں نے اپنی جان بچا کے کسی طرح روپوشی اختیار کی اور یہ برابر مخفی رہا کئے۔ یہاں تک کہ حجاج اس دار دنیا سے رخصت ہوا۔ عمال حکومت کی یہ روش شیعیت کے پتہ لگجانے کا پتہ دیتی ہے۔

علامہ سید حسن صدر دام ظلہ نے "تاسیس الشیعۃ الکرام" میں ان کو قرار شیعہ میں درج کیا ہے۔

۱۵۴ھ میں ۸۶ برس کی عمر میں وفات پائی۔

(۲۰)

حمزۃ بن حبیب الزیات الکوفی (۱۵۶ھ)

یہ بھی قراء سبعہ کی ایک ممتاز فرد ہیں۔ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں لکھا ہے:

کتاب القراءۃ لحمزۃ بن حبیب وھو احد السبعۃ من اصحاب الصادق۔

"کتاب قرارت حمزۃ بن حبیب کی تصنیف ہے۔ یہ قراء سبعہ میں سے اور امام جعفر صادقؑ کے صحابی تھے"۔

دوسری جگہ کتاب متشابہ القرآن کے ذیل میں لکھا ہے۔

کتاب متشابہ القرآن لحمزۃ بن حبیب وھو احد السبعۃ من

اصحاب الصادق۔

تیسری جگہ کتاب "مقطوع القرآن وموصولہ" کے متعلق لکھا ہے۔

کتاب مقطوع القرآن وموصولہ لحمزۃ بن حبیب احد السبعۃ

من اصحاب الصادق۔

حافظ ابن عقدہ نے بھی اپنے رجال میں ان کا تذکرہ اصحاب صادق

علیہ السلام میں کیا ہے اور شیخ الطائفہ نے بھی اپنے کتاب رجال میں۔

"الشیعہ وفنون الاسلام" میں لکھا ہے۔

وجد بخط الشیخ الشہید محمد بن مکیؒ عن الشیخ جمال الدین احمد

بن الحداد الحلی ما صورتہ قرء الکسائی القرآن علی حمزۃ وقرء

حمزۃ علی ابی عبد اللہ الصادق وقرأ علی ابیہ وقرأ علی ابیہ و

قرأ علی ابیہ وقرأ علی امیر المومنین علیؑ قلت وحمزۃ علی الاعمش

ایضا وعلی حمران بن اعین وھما من شیوخ الشیعۃ ایضا۔

"شہید اوّل کے قلم سے شیخ جمال الدین احمد بن محمد بن حداد حلی کی یانی

یہ عبارت لکھی ہوئی ملی ہے کہ کسائی نے قرآن کو حمزہ سے حفظ کیا اور حمزہ نے

امام جعفر صادقؑ سے اور حضرت نے اپنے والد بزرگوار امام محمد باقرؑ سے اور

انھوں نے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدینؑ سے اور انھوں نے اپنے

بزرگوار حضرت سید الشہداء اور انھوں نے امیر المومنین علی ابن طالبؑ سے۔

علامہ سید حسن صدر فرماتے ہیں کہ حمزہ نے اعمش اور حمران بن اعین سے بھی قرآن حفظ کیا ہے۔ اور یہ دونوں شخص بھی اکابر علمائے شیعہ سے تھے۔

حافظ میرزا محمود تبریزی نے جواہر القرآن میں لکھا ہے۔

قال سلیم سمعت حمزة یقول ولدت سنة ثمانین واحکمت القرآن ولی خمس عشرة سنة۔

"حمزہ کا بیان تھا کہ میری ولادت سنہ ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور میں نے قرآن حفظ کر لیا تھا جب میری عمر پندرہ برس کی تھی"

عنہ اخذ ابو الحسن الکسائی القراءة واما حمزة فھو قرأ علی امام الکونین و فخر العالمین جعفر بن محمد علی ابیہ محمد الباقر علی ابیہ علی بن الحسین علی ابیہ الحسین علی ابیہ امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ۔

اسمیں بھی یہ تصریح ہے کہ حمزہ نے حفظ قرآن امام جعفر صادقؑ سے کیا تھا

حمزہ کی وفات سنہ ۱۵۶ھ میں ہوئی۔

۲۱ میرزا احمد اصغر

(۴۷) # یعقوب الاحمر

امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں سے تھے۔ وسائل الشیعہ[۱] میں ہے۔

عن یعقوب الاحمر قال قلت لابی عبداللہ علیہ السلام جعلت فداك انی کنت قد قرأت القرآن فتفلت منی فادع اللہ عزوجل ان یعلمنیہ قال فکانہ فزع لذلك ثم قال علمك اللہ ھو وایانا جمیعا۔

"یعقوب احمر کی روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا میں نے قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ ادھر کچھ عرصہ سے میں کچھ اُسے بھول چلا ہوں، خدا سے دعا کیجیئے کہ وہ مجھے پھر اُسے مثل سابق حفظ کرا دے۔ یہ سُنکر حضرت کچھ پریشان سے ہو گئے اور فرمایا خدا تم کو اور ہم سب کو قرآن کے علم پر قائم رکھے"

دوسری روایت۔

عن یعقوب الاحمر قال قلت لابی عبداللہ ان علیّ دینا کثیرا وقد دخلنی ما کاد القرآن یتفلت منی فقال

(۱) ج ۱ ص ۳۷۱

(ابو عبد اللہ القرآن القرآن۔

"یعقوب احمر کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ میرے اوپر قرضہ بہت ہو گیا ہے اور انتہائی افکار میں مبتلا ہوا یہاں تک کہ قریب ہے قرآن میرے ذہن سے نکل جائے حضرت نے فرمایا خبردار قرآن کا خیال رکھنا۔"

اس روایت سے ثابت ہے کہ افکار کے ہجوم سے اتنی پریشانی تھی کہ معلوم ہوتا تھا قریب ہے قرآن ذہن سے اتر جائے ایسا نہ تھا کہ حقیقۃً قرآن حفظ کرنے کے بعد بھول گئے ہوں۔

بہرحال ان روایتوں سے ایک نہ ایک جزو زمانہ میں ان کے حافظ قرآن ہونے کا یقینی پتہ چلتا ہے۔

(۲۲)

(۴۸) اسحٰق بن عمّار

یہ بھی امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں محسوب تھے۔ وسائل الشیعہ[1] میں ہے

عن اسحٰق بن عمّار عن ابی عبد اللہؑ قال قلت جعلت فداک انی احفظ القرآن علیٰ ظھر قلبی فاقرأہ علیٰ ظھر قلبی

(۱) ج ۱ ص ۳۷۷

افضل او انظر فی المصحف قال فقال لی بل اقرأہ و انظر فی المصحف فھو افضل اما علمت انّ النّظر فی المصحف عبادۃ

"اسحٰق بن عمار کی روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ میں قرآن از بر حفظ رکھتا ہوں تو اُسے از بر پڑھا کروں زیادہ ثواب ہے یا قرآن میں دیکھ کر پڑھوں زیادہ ثواب ہے۔ حضرت نے فرمایا قرآن میں دیکھ کر پڑھنے کا زیادہ ثواب ہے۔ کیا تمھیں یہ نہیں معلوم کہ خود مصحف کی طرف نظر کرنا بھی عبادت ہے۔"

(۲۳)

(۴۹) ثعلبہ بن میمون

یہ امام جعفر صادقؑ اور امام موسیٰ کاظمؑ دونوں بزرگوں کے رواۃ حدیث میں سے ہیں۔

خلاصہ علامہ میں ہے۔ کان وجھا فی اصحابنا قاریا فقیھا نحویا لغویا راویۃ وکان حسن العمل کثیر العبادۃ والزھد وکان فاضلا متقدما معدودا فی العلماء والفضلاء الاجلۃ فی ھٰذہ العصابۃ۔

"ہمارے علمائے امامیہ میں ایک نمایاں شخص اور حافظ قرآن، فقیہ،

نحوی، لغوی، حافظ احادیث، پاکباز اور بڑے عابد و زاہد تھے۔ علم و فضل میں درجۂ کمال پر فائز اور فرقۂ شیعہ کے بڑے علماء و فضلاء میں محسوب ہوتے تھے۔"

(۲۴)

(۵۰) حصین بن مخارق ابوجنادہ سلولی

فہرست ابن ندیم میں ان کے تشیع کی تصریح ہے۔ لکھا ہے کان من الشیعۃ المتقدمین ولہ من الکتب کتاب التفسیر کتاب جامع العلوم۔

"یہ فرقۂ شیعہ کے ممتاز افراد میں سے تھے ان کے مصنفات میں کتاب تفسیر اور کتاب جامع العلوم ہے۔"

نجاشی نے ان کے مصنفات میں کتاب القراءات کا تذکرہ کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حافظ قرآن بھی تھے۔

(۲۵)

(۵۱) ابراہیم بن ابی البلاد

ابوالبلاد کا نام یحییٰ بن سلیم اور بقولے ابن سلیمان تھا، وہ نابینا

شخص اور حافظ اشعار عرب تھے۔ فرزدق نے انہی کے بارے میں کہا ہے
"یالهف نفسی علی عینیك من رجلا" "مجھے افسوس ہے کہ تمہارے
آنکھیں نہ ہوئیں"

ان کے بیٹے ابراہیم بن ابوالبلاد امام جعفر صادقؑ اور امام رضاؑ کے
اصحاب میں سے اور حافظ قرآن تھے۔

علامہ حلّی نے خلاصہ میں ان کے بیٹے یحیٰی کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

هو وابوه احد القرآء كان يتحقق بامرنا هذا۔

"یہ اور ان کے والد دونوں حافظ قرآن اور مذہب تشیع میں مسلم
حیثیت رکھتے تھے"۔

نجاشی نے لکھا ہے۔ كان ثقة قارياً اديباً — روى عن
ابی عبد الله وابی الحسن الرضاؑ وعمر دهراً وكان للرضا
اليه رسالة واثنیٰ عليه۔

"یہ ثقہ۔ حافظ قرآن اور ادیب تھے۔ امام جعفر صادقؑ اور امام رضاؑ
سے روایت کرتے ہیں۔ اور طویل زمانہ تک زندہ رہے۔ امام رضاؑ کا ان کے
نام ایک خط بھی ہے جس میں حضرت نے اُن کی بہت تعریف فرمائی ہے(۱)

---

(۱) منتی المقال ص۱۹ مطبوعہ طہران۔

(۲۶)

(۵۲) ابن داحہ

علامہ سید حسن صدر نے "تاسیس الشیعۃ الکرام لفنون الاسلام" میں ان کے بارے میں لکھا ہے۔

الامام فی کل علوم العربیۃ المقری البصری روی عنہ ابو عثمان الجاحظ فی کتبہ وقد حکی قصتہ الجاحظ فی کتاب الحیوان فی باب ذکر الذبان وقال کان ابن داحۃ رافضیا۔

"تمام علوم ادب میں امام کا درجہ رکھتے تھے۔ مقری یعنی حفظ قرآن میں اُستاد تھے۔ ابو عثمان جاحظ نے اپنے کتب میں ان سے روایات نقل کئے ہیں۔

نیز جاحظ نے کتاب الحیوان میں باب ذکر ذبان میں ان کا ایک واقعہ درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن داحہ رافضی تھے۔"

(۲۷)

(۵۳) یحیٰی ابن ابراہیم بن ابا بو البلاد

علامہ حلی نے "خلاصۃ المقال فی علم الرجال" میں تحریر فرمایا ہے۔

ثقۃ ھو وابوہ احد القرآء وکان یتحقق بامرنا ھذا۔

"وہ اور اُن کے والد دونوں آدمی حافظ قرآن اور ہمارے مذہب میں مسلم حیثیت رکھتے تھے"۔

(۲۸)

(۵۷) معاذ بن مسلم بن ابی سارہ کوفی

"نسمۃ السحر فیمن تشیع وشعر" میں شعرا شیعہ کے ذیل میں ان کے حالات درج کرتے ہوئے لکھا ہے۔

کان یعد من القرآء وائمۃ النحو وعاش زمانا طویلا حتی مات اولادہ واولادھم وھو باق وکان من کبار الشیعۃ

"اُن کا شمار حفاظ قرآن اور ائمہ نحویں سے تھا۔ مدت دراز تک زندہ رہے یہاں تک کہ اُن کے بیٹے اور پوتے سب آنکھوں کے سامنے فوت ہوئے مگر وہ پھر بھی جیتے رہے۔ اور وہ اکابر فرقہ شیعہ میں سے تھے۔"

حافظ جلال الدین سیوطی نے "بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ"(۱) میں اُن کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے۔

کان معاذ شیعیا مات سنۃ سبع وثمانین ومائۃ وقیل

(۱) مطبوعہ مصر ص۳۹۳

سنة تسعين ببغداد وفی تذکرة الیغموری معاذ بن مسلم
بن رجاء مولی القعقاع بن شور روی عن جعفر الصادق
وله کتب فی النحومات وقد عاش مائة وخمسین سنة و
قال ابن النجار فی تاریخ بغداد کان من اعیان النحاة اخذ
عنه ابو الحسین الکسائی وغیره وصنف کتبا فی النحو وروی
الحدیث عن جعفر الصادق وعطاء بن السائب۔

"معاذ شیعہ تھے۔ ان کا انتقال ۱۸۷ھ میں ہوا۔ بعض لوگوں نے
کہا ہے کہ ۱۹۰ھ میں۔
تذکرۂ یغموری میں لکھا ہے کہ معاذ بن مسلم روایت احادیث امام
جعفر صادقؑ سے کرتے ہیں۔ علم نحو میں ان کی کئی کتابیں لکھیں۔ ڈیڑھ سو
برس کی عمر میں انتقال کیا۔
ابن نجار نے کتاب تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ یہ بڑے نحویوں میں سے تھے
ابو الحسن کسائی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں اور انھوں نے کئی
کتابیں علم نحو میں تصنیف کیں۔ حدیث کی روایت امام جعفر صادقؑ
اور عطاء بن سائب سے کی۔"

تیسری صدی ہجری

(۱)

(۵۵) ہشام بن محمد بن السائب الکلبی

مشہور مورخ اور عالم علم انساب، کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ ابن خلکان نے لکھا ہے۔

کان من الحفاظ المشاهیر قال الذهبی حفظ القرآن فی ثلثة ایام۔

"بڑے مشہور و معروف حافظہ والے شخص تھے۔ ذہبی کا بیان ہے کہ انھوں نے تین روز میں قرآن حفظ کیا تھا۔"

یہ شیعہ تھے اور بڑے پکے شیعہ۔ سمعانی نے کتاب الانساب میں ان کے والد محمد بن السائب کے تذکرہ میں لکھا ہے۔ ابنہ هشام ذو مذهب غال فی التشیع غالی۔ "ان کے بیٹے ہشام علم نسب کے ماہر تھے اور تشیع میں غلو کا درجہ رکھتے تھے۔"

ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔

قال ابن عساکر رافضی لیس بثقة۔ "ابن عساکر کا قول ہے کہ یہ شخص رافضی تھا، اسکا اعتبار نہیں ہے"۔

ہمارے علماء نے بھی اُن کے تشیع کی تصدیق کی ہے۔ علامہ حلی "خلاصہ میں لکھتے ہیں۔

کان مختصا بمذھبنا قال اعتللت علة عظیمة نسیت فیھا علمی فجلست الی جعفر بن محمد فسقانی العلم فی کاس فعاد الیّ علمی وکان ابوعبد اللہ یقربہ ویدنیہ ویبسطہ "یہ ہمارے مذہب سے خصوصیت رکھتے تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں بہت سخت بیمار ہوا جس سے تمام میرا علم میرے ذہن سے نکل گیا۔ اس کے بعد میں امام جعفر صادقؑ کی مسند بیٹھا تو حضرت نے علم گویا مجھے گھول کے ایک کاسہ میں پلا دیا جس سے مجھے دوبارہ علم حاصل ہوگیا۔ امام جعفر صادقؑ ان کا بہت خیال فرماتے تھے اور ان کو اپنے پاس بٹھاتے اور ان کی عزت بڑھاتے تھے"۔

علامہ سید حسن صدر دام ظلہ "الشیعہ وفنون الاسلام" میں لکھتے ہیں۔ کان من اصحاب الامام الباقرؑ۔ "یہ امام محمد باقرؑ کے اصحاب میں سے تھے"۔

ان کی وفات سنہ ۲۰۶ھ میں ہوئی ہے۔

(۲)

(۵۶) یحییٰ بن حسین ذوالدمعہ

ابوالحسین کنیت۔ زید شہید کے بلاواسطہ پوتے تھے۔ ابن عنبہ نے ان کی نسل کے ایک شخص ابوالمکارم محمد بن یحییٰ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کان یحفظ القرآن وکذا اباؤہ الیٰ امیر المؤمنین علی بن ابیطالبؑ۔

"یہ حافظ قرآن تھے اور اسی طرح ان کے تمام آباؤ اجداد امیر المومنینؑ تک سب حافظ قرآن تھے۔"[1]

ان کے والد حسین ذوالدمعہ کے تذکرہ میں بھی یہ عبارت درج کتاب ہوئی ۲۰۷ھ یا ۲۰۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(۳)

(۵۷) حسن زاہد ابن یحییٰ ابن حسین ذوالدمعہ

زہد و تقویٰ کی بنا پر "زاہد" کہے جاتے تھے اور یہ شل جزو اسم ہوگیا تھا۔ حافظ قرآن تھے۔ عمدۃ الطالب کی عبارت ابھی ہدیۂ ناظرین ہوئی۔

---

(۱) عمدۃ الطالب مطبوعہ بمبئی صہ ۲۳۲۔

(۴)

(۵۸) ابوجعفر محمد بن سعدان بن مبارک الکوفی

حافظ قرآن، نابینا مگر بڑے بابصیرت تھے۔ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں ان کو شیعہ حفاظ قرآن میں لکھا ہے اور کہا ہے۔ کان معلما للعامة واحد القرآء بقراءة حمزة ثم اختار لنفسه بغدادی المولد کوفی المذهب۔

"یہ عام تعلیم دیتے تھے اور حافظ قرآن تھے۔ شروع شروع حمزہ کی قرأت سے پڑھا کرتے تھے۔ بعد میں خود اپنے لئے ایک قرأت اختیار کر لی تھی۔ اُن کی ولادت بغداد میں تھی مگر مذہب کوفہ والوں کا سا تھا۔"

(دوسری صدی ہجری میں کوفہ کے لوگ تشیع میں مشہور ہو گئے تھے۔ اس لئے جو شخص شیعی مذہب ہوتا تھا اُسے کوفہ کی طرف نسبت دیتے تھے)۔

حافظ سیوطی لکھتے ہیں۔

اخذ ابن سعدان القراءات عن اهل مكة والمدينة والشام والكوفة والبصرة ونظر في الاختلاف وكان ذا علم بالعربية قال الدانی فی طبقات القرآء اخذ القرآءة عرضا عن سليم بن عيسى عن حمزة وعن يحيى بن المبارك اليزيدی عن ابی عمرو

وعن اسحٰق بن محمد المسیبی عن نافع وعن معلّی بن منصور عن ابی بکر بن عاصم روی عنہ القراءۃ محمّد بن احمد بن واصل وھو من اجلّ اصحابہ واثبتھم لہ۔

"ابن سعدان نے مکہ اور مدینہ اور شام اور کوفہ اور بصرہ تمام جگہ کے لوگوں سے قراتوں کا علم حاصل کیا اور پھر خود اُن اختلافات میں غور کیا۔ اور رائے قائم کی۔ وہ عربی زبان کے علوم کے خوب ماہر تھے۔ دانی نے طبقات القرا، (حفاظ قرآن) میں لکھا ہے کہ انھوں نے قرأت کا علم حاصل کیا سلیم بن عیسی کے واسطہ سے حمزہ سے اور یحیی بن مبارک یزیدی کے واسطہ سے ابو عمر سے اور اسحٰق بن محمد مسیبی کے واسطہ سے نافع سے اور معلی بن منصور کے واسطہ سے ابوبکر بن عاصم سے اور خود اُن سے قرأت کو نقل کیا محمد بن احمد بن واصل نے اور وہ اُن کے شاگردوں میں سب سے بڑا درجہ رکھتے تھے" (۱)

علامہ سید حسن صدر نے "الشیعہ وفنون الاسلام" میں لکھا ہے۔

ھو امام کامل مؤلف الجامع والمشجر وغیرھما لہ اختیار فی القراءۃ موافق للمشھور صنف فی العربیۃ والقراءات۔

"وہ کامل الفن اُستاد اور جامع ومشجر وغیرہ کے مصنف تھے۔ قرأت

(۱) بغیۃ الوعاۃ مطبوعہ مصر ص ۲۵

قرآن میں اُن کا خاص مختار ہے جو مشہور کے مطابق ہے۔ انھوں نے علم عربیت اور قراءت میں تصانیف بھی لکھے ہیں۔"

اُن کی ولادت سنہ ۱۶۱ھ میں اور وفات روز عید الاضحی سنہ ۲۳۱ھ میں واقع ہوئی۔

(۵)

(۵۹) محمد بن حسن الزاہد

ان کے باپ، دادا اور پردادا اور اُن کے باپ زید الشہید کا تذکرہ اس کتاب میں آچکا ہے۔ عمدۃ الطالب میں ان کی نسل کے ایک شخص ابو المکارم محمد بن یحییٰ کے حال میں لکھا ہے کہ یہ خود بھی حافظ قرآن تھے اور ان کے آباؤ اجداد زید شہید تک سب حافظ قرآن ہوتے چلے آئے تھے۔ یہ بہت بڑی فضیلت ہے جو اس سلسلہ سے مخصوص تھی۔"

اس عبارت کے الفاظ سابق میں درج ہو چکے ہیں۔

(۶)

(۶۰) محمد بن حسن قرشی بزاز

ابو غالب زراری مشہور استاد فن حدیث کے اجداد میں سے تھے

ابو غالب زراری نے اپنے رسالہ میں جو مشائخ کے حالات میں ہے تحریر کیا ہے

حدثتی امّ ابی فاطمۃ بنت جعفر بن محمّد بن الحسن القرشی البزاز مولی بنی مخزوم وقد روی محمّد بن الحسن الحدیث وکان احد حفاظ القرآن وقد نقلنا عنہ قراءتہ وکبرت منزلتہ فیھا

"میری دادی فاطمہ صاحبزادی جعفر بن محمد بن حسن قرشی بزاز کی۔ محمد بن حسن راوۃ حدیث میں سے اور حافظ قرآن تھے۔ ہم تک اُن کی قرارت نقل ہو کر پہونچی ہے اور انھیں فن قرارت میں بڑا درجہ حاصل تھا۔"

(۷)

(۶۱) حسین بن محمد بن الحسن الزاہد

زید شہید کی نسل سے ہیں اور ابن عنبہ نے ان کے پوتے ابوالمکارم محمد بن یحیی ابن حمزہ بن محمد بن حسین بن محمد بن الحسن الزاہد کے حال میں لکھا ہے کہ کان یحفظ القرآن وکذا آباؤہ الی امیر المومنین علی بن ابیطالب۔

"یہ خود حافظ قرآن تھے اور ان کے آباؤ اجداد بھی امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ تک سب حافظ قرآن تھے" (۱)

(۱) عمدۃ الطالب مطبوعہ بمبئی صـ۲۳۲

(۸)

(۶۲) علی بن محمد بن زید الحسینی

زید شہید کی اولاد میں یحییٰ بن الحسین ذی الدمعۃ کی نسل سے تھے ابن عنبہ نے عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان الفاظ میں ان کی مدح کی ہے۔

(الشیخ المسن حافظ القرآن "سن رسیدہ بزرگ، حافظ قرآن"۔

(۹)

(۶۳) محمد بن حسین بن محمد بن الحسن الزاہد

ان کے والد بزرگوار کا تذکرہ ابھی ابھی ہو چکا ہے اور ابن عنبہ کی عبارت جس سے ان کے بھی حفظ قرآن کا پتہ چلتا ہے نیز ابھی تذکرہ میں ہو چکی ہے۔

(۱۰)

(۶۴) ابوطالب حمزہ ابن محمد بن حسین بن محمد بن الحسن الزاہد

نقیب الاشراف تھے اور زید شہید کی اولاد میں بڑے محترم و معزز تھے۔

ابن عنبہ کی عبارت جو ان کے پوتے ابوالمکارم محمد بن یحییٰ بن حمزہ کے حالات میں لکھی ہے ان کے حفظ قرآن کی سند ہے۔

(۱۱)

(۶۵) یحییٰ بن ابی طالب حمزہ

ابوالمکارم محمد بن یحییٰ کے والد ہیں جن کے تذکرہ میں ابن عنبہ کی تصریح ہے کہ ان کے تمام آباؤ اجداد حافظ قرآن تھے۔ اس کا تذکرہ ابھی کئی مرتبہ نذر ناظرین ہوا۔

(۱۲)

(۶۶) ابوالمکارم محمد بن یحییٰ الزیدی الحسینی

ان کے آباؤ اجداد کا زید الشہید ابن الامام علی بن الحسین علیہما السلام تک برابر اس کتاب میں تذکرہ درج ہو چکا ہے۔ ابن عنبہ نے کتاب عمدۃ الطالب میں ان کے حالات میں لکھا ہے۔

"کان یحفظ القرآن وکذا آباؤہ الی امیر المومنین علی بن ابیطالب"

"یہ خود بھی حافظ قرآن تھے اور ان کے آباؤ اجداد بھی امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ تک برابر حافظ قرآن ہوتے چلے آتے تھے۔"

چوتھی صدی ہجری

(۱)

(٦٧) ابو سہل احمد بن محمد بن عبد اللہ بن زیاد القطان البغدادی

یاقوت حموی مشہور مورخ ان کے حالات میں رقمطراز ہے۔

احد الشیوخ الفضلاء المقدمین سمع الحدیث ورواہ وکان ثقۃ جید المعرفۃ بالعلوم وسمع کثیرا من کتب الادب عن بشر بن موسی الاسدی ومحمد بن یونس الکدیمی و ابی العیناء و ثعلب والمبرد وغیرھم ولقی السکری ابا سعید وسمع علیہ اشعار اللصوص من صنعہ وسمع منہ الخالع ابو عبد اللہ الشاعر وفلج فی آخر عمرہ وکان ینزل بدار القطن من غربی دار السلام بغداد قال الخالع وکانت بضاعۃ ابی سھل جیدۃ فی العلم فکان یحفظ القرآن ویعرف القراءات ویرویھا ویطلع علی قطعۃ من اللغۃ ویعرف النحو ویحفظ الشعر ویقولہ وکان یتشیع علی مذھب الامامیۃ ویتظاھر بہ۔

"وہ بڑے عالم فاضل، محدث تھے اور تمام علوم وفنون میں مہارت

رکھتے تھے۔ ادبی کتابیں مختلف ادبا سے پڑھیں اور اشعار عرب میں بھی کافی اطلاع حاصل کی۔

آخر عمر میں فالج میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اُن کا قیام بغداد کے مغربی جانب محلہ دارالقطن میں تھا۔ وہ حافظ قرآن تھے اور مختلف قراتوں سے واقف اور مذہب شیعہ امامیہ کے پیرو تھے جس کا وہ باعلان اظہار کرتے تھے"۔

آقا شیخ علی کاشف الغطاء نے "حصون منیعہ فی طبقات الشیعہ" میں اسے درج کیا ہے۔

۳۴۹ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(۲)

(۶۸) ابن خالویہ ہمدانی

"ابوعبداللہ حسین بن احمد بن خالویہ بن حمدان" نام تھا اور علمائے ادب میں بلند پایہ رکھتے تھے۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے "بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ"(۱) میں اُن کے حالات درج کئے ہیں اور لکھا ہے۔

هو امام اللغة والعربية وغيرهما من العلوم الادبية

(۱) مطبوعہ مصر ص ۲۳۱

دخل بغداد طالبا للعلم سنة اربع عشرة وثلثمائة وقرأ القرآن علی ابن مجاهد والنحو والادب علی ابن درید ونفطویہ وابی بکر ابن الانباری وابی عمر الزاہد۔

"وہ علم لغت اور نحو اور دیگر علوم ادب میں امام کا درجہ رکھتے تھے۔ ۳۱۴ھ میں تحصیل علم کے لئے بغداد آئے اور ابن مجاہد سے قرآن حفظ کیا اور ابن درید اور نفطویہ اور ابوبکر ابن انباری اور ابو عمرو زاہد سے نحو و ادب کی تحصیل کی۔"

ابو عمرو دانی نے "طبقات القراء" یعنی تذکرہ حفاظ میں بھی ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے۔ عالم بالعربیۃ حافظ للغۃ بصیر بالقراءۃ ثقۃ مشہور۔

"علم نحو کے عالم، لغت کے حافظ اور حفظ قرآن میں بڑے باخبر اور مستند، مشہور و معروف تھے۔"

ہمارے علماء میں سے ابو العباس نجاشی نے کتاب فہرست مصنفین شیعہ میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے مصنفات میں "کتاب الآل" کو درج کر کے لکھا ہے۔ ذکر فیہ امامۃ امیر المؤمنین والاحد عشر من اولادہ

"اس میں انھوں نے امیر المؤمنین اور آپ کے بعد کے گیارہ اماموں کی امامت کا تذکرہ کیا ہے۔"

یافعی نے مرآۃ الجنان میں لکھا ہے۔

لہ ایضا کتاب لطیف سماہ کتاب الآل وذکر فی اولہ تفصیل معانی الآل ثمّ ذکر فیہ الائمۃ الاثنی عشر من آل محمد علیھم السلام وتاریخ موالیدھم ووفیاتھم وآبائھم وامھاتھم۔

"اُن کی ایک پر لطف کتاب "کتاب الآل" ہے جس کے شروع میں انھوں نے آل کے معنی خوب تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور اس کے بعد بارہ اماموں کا جو آل محمدؐ میں سے تھے تذکرہ کیا ہے۔ اور اُن کے تاریخ ولادت وفات آباء وامہات کا ذکر کیا ہے"۔

سیوطی۔ نے بے شک اُن کے متعلق لکھا ہے کہ وہ شافعی مذہب رکھتے تھے لیکن بڑے وسیع النظر، باخبر، ماہر رجال، ملّا عبد اللہ آفندی مصنف "ریاض العلماء" نے اس غلط فہمی کو دور کر دیا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

ابن خالویہ یطلق علی جماعۃ منھم الشیخ ابو عبد اللہ الحسن السنّی الشافعی یروی عن الشافعی بواسطتین وھو صاحب کتاب الطارقۃ ویطلق علی ابی عبد اللہ الحسین بن احمد بن خالویہ الھمذانی النحوی الشیعی الامامی الساکن بحلب من علماء الامامیۃ والمعاصر للصاحب بن عباد ونظرائہ وقد یطلق علی الشیخ ابی الحسن علی بن محمد بن یوسف بن

مجبور الفارسی المعروف بابن خالویہ الشیعی الامامی ایضا۔

"ابن خالویہ" کی لفظ کا اطلاق کئی آدمیوں پر ہوتا ہے۔ ایک شیخ ابو عبداللہ حسن ہیں جو سنی المذہب شافعی تھے۔ اور امام شافعی سے دو شخصوں کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں اور کتاب الطارقۃ کے مصنف ہیں۔ دوسرے ابو عبد اللہ حسین بن احمد بن خالویہ ہمدانی نحوی جو شیعہ امامی حلب میں ساکن تھے۔ وہ فرقۂ امامیہ کے علماء میں سے اور صاحب بن عباد وغیرہ کے معاصر ہیں۔ تیسرے شیخ ابو الحسن علی بن محمد بن یوسف بن مجبور فارسی مشہور با بن خالویہ یہ بھی شیعہ امامی ہیں۔"

معلوم ہوتا ہے کہ سیوطی وغیرہ کا قول اسی غلط فہمی پر مبنی ہے۔

علامہ سید حسن صدر نے "الشیعہ و فنون الاسلام" میں لکھا ہے۔ قد نص الشیوخ علی تشیعہ۔ "مشائخ فن رجال نے اُن کے شیعہ ہونے کی تصریح کی ہے۔"

ابن خالویہ نے ۳۷۰ھ میں انتقال کیا۔

پانچویں صدی ہجری

(۱)

(۶۹) شیخ عبدالسلام البصری

کتاب "تحفات ثمانیہ" مصنفہ سید محمد باقر حسینی خلخالی میں جس کا قلمی نسخہ مشہد مقدس امام رضا علیہ السّلام کے کتبخانہ میں محفوظ ہے لکھا ہے۔

کان صدوقا عالما فاضلا عارفا سمحا سخیا امامی المذھب قارئا للقرآن توفی سنۃ خمس واربعمائۃ ودفن فی مقبرۃ الشونیزیۃ عند قبر ابی علی الفارسی۔

"وہ بڑے صادق اللہجہ۔ عالم۔ فاضل۔ بامعرفت۔ فیاض۔ سخی دل اور امامی مذہب۔ حافظ قرآن تھے۔ ۴۰۵ھ میں انتقال کیا۔ اور قبرستان "شونیزیہ" میں ابوعلی فارسی کی قبر کے پاس مدفون ہوئے

(۲)

(۷۰) سید رضی موسوی (جامع نہج البلاغہ)

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے چھوٹے بھائی۔ سلسلۂ نسب یوں ہے

بلند کہ امام معصوم موسیٰ بن جعفرؑ تک صرف پنج تن کا فاصلہ رکھتے ہیں۔
ابوالحسن کنیت۔ محمد نام۔ شریف رضی ذوالحسبین لقب۔ اُن کے والد نقیب الاشراف ابو احمد حسین بن موسیٰ بن محمد بن موسیٰ بن ابراہیم بن امام موسیٰ الکاظم علیہ السّلام۔ اپنے زمانہ کے ایک اہم اور رفیع المرتبت شخص تھے جن کو "نقابت اشراف" کا منصب حاصل تھا۔

سلسلہ بنی ہاشم کے تمام مقدمات کا فیصلہ اور حج کے موقع پر سالاری قافلہ بھی اُنہی سے مخصوص تھی۔

اُن کے دونوں بیٹے سید مرتضیٰ اور سید رضی آسمان علم کے دو آفتاب تھے جن کا مثل آسمان کی لاکھوں گردشوں میں پیدا ہونا بھی محال ہے۔

سید رضی جو چھوٹے بھائی تھے ذہن و ذکاوت۔ ابائے نفس اور شہامت طبع میں اپنی آپ مثال تھے۔

شیخ ابوالفرج ابن جوزی نے اپنی تاریخ میں شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد بن محمد طبری فقیہ مالکی کے حالات میں لکھا ہے۔

قرأ علیہ الشریف الرضی القراٰن وھو شاب حدث فقال یوما من الایام للشریف این مقامک فقال فی دار ابی بباب محول فقال مثلک لا یقیم بدار ابیہ قد نحلتک داری بالکرخ المعروف بدار البرکۃ فامتنع الرضی من

قبولها وقال لما قيل من ابی قط شیئا فقال انّ حقی علیک اعظم من حق ابیک علیک لانی حفظتک کلام الله فقبلها۔

"سید رضی نے قرآن انھی سے حفظ کیا تھا۔ اُس زمانہ میں اُن کا سن نوجوانی کے حدود میں تھا۔ ایک دن اُن کے اُستاد نے اُن سے کہا کہ تمھارا قیام کہاں ہے۔ سید رضی نے کہا، کہ اپنے والد ہی کے گھر میں رہتا ہوں۔ اُستاد نے کہا کہ تمھارے ایسے شخص کو اپنے ذاتی مکان میں رہنا چاہیے۔ میں تم کو اپنا مکان دیے دیتا ہوں۔ جو محلۂ کرخ میں ہے۔ سید رضی نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے کبھی اپنے والد تک کا کوئی عطیہ قبول نہیں کیا ہے۔ اُستاد نے کہا کہ میرا حق تم پر تمھارے والد سے زیادہ ہے اس لئے کہ میں نے تم کو کلام الٰہی یاد کرایا ہے۔ یہ سنکر اُنھوں نے قبول کر لیا۔"

ثقۃ الاسلام میرزا حسین نوری نے مستدرک الوسائل[1] میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

لیکن ثعالبی نے یتیمۃ العصر میں لکھا ہے۔

کان الرضی قد حفظ القرآن بعد ان جاوز الثلثین سنۃ فی مدۃ یسیرۃ۔

(۱) ج ۳ ص ۵۱۰

"سید رضی نے تیس برس کی عمر سے زیادہ ہو چکنے کے بعد قرآن حفظ کیا تھا بہت تھوڑی مدت میں۔"

ابن عنبہ نے "عمدۃ الطالب"(۱) میں لکھا ہے۔

کان قد حفظ القرآن علی الکبر فوھب لہ معلمہ الذی علمہ القرآن دارا یسکنھا فاعتذر الیہ وقال انا لااقبل بر ابی فکیف اقبل برک فقال لہ ان حقی علیک اعظم من حق ابیک وتوسل الیہ فقبل منہ۔

"انھوں نے زیادہ سن میں قرآن حفظ کیا تھا تو ان کے معلم نے کہ جس سے انھوں نے قرآن یاد کیا تھا، انھیں ایک مکان دینا چاہا جس میں وہ سکونت اختیار کریں۔ انھوں نے عذر کیا اور کہا کہ میں اپنے والد کا کوئی احسان قبول نہیں کرتا تو آپ کا احسان کیونکر قبول کروں۔ معلم نے کہا کہ میرا حق تم پر تمھارے والد کے حق سے زیادہ ہے۔ اسکے بعد مختلف واسطے قرار دئے تب انھوں نے منظور کر لیا"

سید رضیؒ کی ولادت ۳۵۹ھ میں اور وفات ۴۰۶ھ میں ہوئی ان کی عمر صرف سینتالیس برس کی تھی۔

(۱) مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۸۶

(۳۱)

(۷۱) ابواسحٰق ابراہیم بن سعد بن طیب رفاعی

حافظ جلال الدین سیوطی کی کتاب "بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ"(۱) میں اُن کا تذکرہ ہے جس سے اُن کے حفظ قرآن اور تشیع دونوں پر روشنی پڑتی ہے۔

اُس میں لکھا ہے۔

کان ضریرا اقدم واسط فتلقن القرآن من عبد الغفار الحصینی ثم اتی الی بغداد فصحب السیرافی وقرأ علیه شرحه علی الکتاب وسمع منه کتب اللغة والدادین وعاد الی واسط لجلس بالجامع صدرا یقرئ الناس ثم نزل الزیدیة وهناك ذکون الرافضة والعلویون فنسب الی مذهبهم ومقت وجفاه الناس ومات سنة احدی عشرة واربعمائة ولم یخرج مع جنازته الا رجلان مع غروب الشمس وهما ابو الفتح ابن مختار النحوی وابو غالب بن بشران قال ابو الفتح وما صدقنا ان نسلم خوف ان نقتل والعجب

(۱) مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۰ - ۱۸۱۔

ان ھذا الرجل مع ما ھو علیہ من الفضل کانت
ھذہ حالہ ومات بعد وفاتہ بیوم رجل من حشو العامۃ
فاغلق البلد لاجلہ ولم یصل الی جنازتہ من کثرۃ الزحام

"وہ نابینا تھے۔ واسط میں آکر عبد الغفار حصینی سے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ پھر بغداد آکر سیرافی کی صحبت میں داخل ہوئے اور اکثر کتب کا درس حاصل کیا۔ پھر واسط واپس گئے اور مسجد جامع میں بیٹھکر لوگوں کو قرآن حفظ کرانے لگے۔ اس کے بعد ان کا مقام "زیدیہ" میں قیام ہوا وہاں رافضی اور علوی لوگ بکثرت رہتے تھے اس لئے وہ بھی انہی کے مذہب سے وابستہ ہوگئے، اور لوگ ان کو بہت بری نظر سے دیکھنے لگے اور ان سے کنارہ کشی کرلی۔ ۱۱۴۶ھ میں انتقال کیا اور ان کے جنازہ کے ساتھ صرف دو آدمی غروب آفتاب کے وقت باہر نکلے۔

ایک ابو الفتح ابن مختار نحوی اور دوسرے ابو غالب بن بشران۔ ابو الفتح کا بیان ہے کہ ہمیں یقین نہیں تھا کہ ہماری جان محفوظ رہے گی اور ہم قتل نہیں کر ڈالے جائیں گے۔ تعجب ہے کہ ایسے فاضل شخص کے ساتھ لوگوں کا سلوک اس طرح ہو، اور ایک بالکل جاہل آدمی عوام میں سے دوسرے ہی دن مرگیا تو شہر کے بازار بند ہوگئے اور ازدہام کے سبب سے جنازہ تک پہونچنا ممکن نہ تھا۔"

مسلمانوں کے ایک طبقہ کی یہ تنگ نظری و عدم رواداری بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔

(۴)

(۷۲) شیخ نجیب الدین ابو طالب یحییٰ بن عبد علی بن محمد استرابادی

فہرست منتجب الدین میں اُن کو "مقری" کی صفت سے یاد کیا ہے اور لکھا ہے کہ عالم متبحر، حافظ لہ کتاب الافادۃ، کتاب القراءۃ۔

"وہ متبحر عالم اور حافظ تھے۔ اُن کے مصنفات میں سے کتاب افادہ اور کتاب قراءت قرآن ہے"۔

"مقری" اور "حافظ" اور مصنف کتاب قراءت ہونے سے اُن کے حفظ قرآن پر صاف روشنی پڑتی ہے۔

(۵)

(۷۳) ابن نجار کوفی

ابوالحسین محمد بن جعفر بن محمد بن ہرون بن فروۃ تمیمی، یہ علامہ ابوالعباس نجاشی مشہور مصنف کتاب رجال کے اُستاد ہیں۔ علامہ سید حسن صدر

دام ظلہ فرماتے ہیں۔

ھو غیر ابن النجار السنی محب الدین محمد بن محمود بن الحسن بن النجار صاحب کتابی التحصیل والذیل علی تاریخ بغداد۔

"یہ اُن ابن نجار کے علاوہ ہیں جو سنی المذہب تھے جنکا نام محب الدین محمد بن محمود بن حسن نجار تھا اور جو کتاب "تحصیل و ذیل علی تاریخ بغداد" کے مصنف ہیں"۔

یاقوت نے لکھا ہے کہ اُن کی ولادت کوفہ میں سنہ ۳۰۳ھ اور بقولے سنہ ۳۱۱ھ میں ہوئی اور بغداد آکر ابن درید اور نفطویہ سے احادیث کی تعلیم لی۔ و کان ثقہ من مجودی القرآن۔ "وہ بہت مستند حافظ قرآن تھے"[1]
کشف الظنون کی روایت کے مطابق سنہ ۴۲۰ھ اور سیوطی کی روایت کے موافق سنہ ۴۰۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(۶)

(۷۴) محمد بن سلمۃ بن ارتبیل ابو جعفر یشکری

علامہ حلی خلاصہ میں تحریر فرماتے ہیں "جلیل من اصحابنا الکوفیین

(۱) الشیعہ و فنون الاسلام ص ۱۳۴

عظیم القدر، فقیہ قاری لغوی راویۃ " وہ ہمارے علماء میں سے کہ جو کوفہ میں مقیم تھے بڑے جلیل المرتبت اور عظیم المنزلت، فقیہ، حافظ قرآن، لغوی، راوی اشعار تھے "

اُن کی وفات کی تاریخ صحیح طور سے معلوم نہیں ہوئی۔

(۷)

(۷۵) ابوطاہر محمد بن علی یا بن جاک تیمی

خلاصہ علامہ میں ہے۔ ثقۃ قلیل الحدیث ذکر ذالک ابوالعباس من اہل القرآن فاضل۔

" وہ معتبر شخص تھے مگر بہت کم احادیث کے راوی ہیں۔ ابوالعباس نجاشی نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ حفاظ قرآن میں سے فاضل شخص تھے۔

(۸)

(۷۶) شیخ عبدالجبار بن عبداللہ رازی

طہران موجودہ دارالسلطنت ایران کے بلند پایہ عالم اور مدرس تھے شیخ طوسیؒ سے تلمذ رکھتے تھے۔ بحار کے باب الاجازات میں اکثر الفاظ سے ان کے حافظ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ ابوعلی حسن بن حسین بن حاجب کلی

کے سلسلۂ روایت میں لکھا ہے کہ انھوں نے نہایہ شیخ طوسی کی تعلیم شیخ ابوعبداللہ حسین بن ابی سہل زینو آبادی سے پائی۔ اور انھوں نے شیخ رشید الدین علی بن زیرک قمی اور سید ابو ہاشم مجتبیٰ ابن حمزہ حسینی سے۔

وھما سمعاہ علی المفید عبد الجبار بن عبد اللہ القاری الرازی

"ان دونوں آدمیوں نے اس کتاب کو شیخ مفید عبد الجبار بن عبد اللہ سے پڑھا جو حافظ قرآن رے کے رہنے والے تھے"۔ دوسرے بعض مقامات پر ان کے نام کے ساتھ "مقری" کی لفظ لکھی گئی ہے جس کے معنی معلم قرآن کے قرار پاتے ہیں۔

(۹)

(۷۷) ابو علی حسن بن حسین بن حاجب الکلبی

اجازات بحار میں ہے۔ الشیخ العفیف الزاھد القاری قرأ علیہ کتاب نھایۃ الطوسی السید ابو المکارم ابن زھرۃ الحسینی۔ "متقی و پرہیزگار، حافظ قرآن بزرگ تھے۔ سید ابو المکارم ابن زہرہ نے نہایہ شیخ طوسی کا درس انھی سے حاصل کیا تھا۔"

چھٹی صدی ہجری

(۱)

(۸۷) باسع بن دباس نحوی

علامہ سید حسن صدر نے "تاسیس الشیعۃ الکرام لفنون الاسلام" میں ان کے حالات تفصیل سے درج کئے ہیں۔

علامہ مجلسی نے اجازات بحار میں شیخ محمد بن علی جبعی عاملی کی تحریر سے ان کا سلسلۂ نسب تحریر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وزراء کے خاندان سے تھے اور ان کا اصلی نام حسین بن محمد بن عبدالوہاب بن احمد بن محمد بن حسن بن عبداللہ بن سلیمان بن وہب تھا۔ وہ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ حافظ قرآن تھے اور علم قرارت میں تصانیف بھی لکھی ہیں۔ انھوں نے ابو علی بن بنائر سے حفظ قرآن کیا تھا۔ اور ان سے قاضی ابو یعلی وغیرہ نے حفظ قرآن کیا۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے "بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ"(۱) میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے حفظ قرآن کی تصدیق کی ہے۔

(۱) مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ

ان کی ولادت بسنہ ۴۲۳ھ میں تھی اور شب سہ شنبہ ۱۸ جمادی الثانیہ سنہ ۴۸۷ھ کو انتقال کیا۔

(۲)

خلیفہ آمر باحکام اللہ

مصر کے اسمٰعیلی سلاطین بنی فاطمہ جنہوں نے خلافت بنی عباس کے دور میں ایک مستقل سلطنت کی تشکیل کر کے خلافت کے رسمی طریقہ کے تحت میں بہت سے اصول شیعہ اور احکام مذہب حق کے اجراء میں کامیابی حاصل کی تھی انہی میں سے دسویں بادشاہ آمر باحکام اللہ تھے جن کا نام ونسب "ابو علی منصور ابن مستعلی باللہ ابو القاسم احمد العلوی الفاطمی ہے" "نسمۃ السحر فیمن تشیع وشعر" میں ان کا تذکرہ کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ

قال المقریزی فی الخطط انہ ولد یوم الثلثا ثالث عشر المحرم سنۃ تسعین واربعمائۃ وبویع بالخلافۃ یوم مات ابوہ و ھو طفل لہ من العمر خمس سنین وشھر وایام یوم الثلثا سابع عشر صفر سنۃ خمس وتسعین واربعمائۃ احضرہ الافضل ابن امیر الجیوش وبایع لہ ونصبہ مکان ابیہ ونعتہ بالآمر باحکام اللہ وقد قتل یوم الثلثا رابع عشر

ذی القعدۃ سنۃ اربع وعشرین وخمسمائۃ وکان اسمر شدید السمرۃ یحفظ القرآن ویکتب خطاً ضعیفا۔

"مقریزی نے خطط میں لکھا ہے کہ یہ روز سہ شنبہ ۱۳ محرم ۴۹۰ھ کو متولد ہوئے اور پانچ سال ایک مہینہ چند روز کی عمر میں ان کے والد کا انتقال ہوا تو رسم تاجپوشی ادا ہوئی۔ افضل ابن امیر الجیوش نے بلا کر بیعت کی رسم ادا کی اور باپ کی جگہ پر بٹھایا اور آمر باحکام اللہ کا لقب قرار دیا۔ ۴ ذی القعدہ ۵۲۴ھ کو قتل کئے گئے۔ یہ گندمی رنگ کے شخص، حافظ قرآن تھے، اور کچھ کچھ لکھنا بھی جانتے تھے۔

(۳)

(۸) امیر زید ابن امیر عبداللہ زر بخش

اکثر سادات امروہہ کے مورث اعلیٰ ہیں۔ سلسلۂ نسب پانچ واسطوں سے موسیٰ المبرقع ابن امام محمد تقیؑ تک پہونچتا ہے۔ مشہور قصبہ زید پور کا نام انہی کے جائے ولادت ہونے کی یادگار ہے۔

سید اکبر حسین صاحب امروہوی کی کتاب تاریخ زیدیہ میں ان کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ: "درسنہ اثنین وستین واربعمائۃ متولد شدہ بموجب امر مرتضوی نامش زید نہاد و نام جائے معمورہ زید پور گذاشت۔

چوں امیر زید چہار سالہ و چہار ماہ و چہار روزہ شدہ پیش اُستاد فرستادہ در مکتب نشاند در عمر ۷ سالگی حافظ کلام ربانی گشت"

۱۶ ربیع الثانی سنہ ۲۶ ھ کو انتقال کیا۔

(۴)

(۸) حکیم ناصر خسرو علوی

حکمت و فلسفہ کے ماہر اور اُستاد کامل، شیخ الرئیس بوعلی سینا کے معاصر، بڑے جامع علوم و فنون شخص تھے۔ سات واسطوں سے امام رضاؑ کی اولاد میں تھے۔ مختلف ممالک کی سیر و سیاحت میں ایک "سیاحت نامہ" لکھا تھا جو طہران میں شائع ہوا ہے۔ کتبخانہ مشہد امام رضاؑ کی فہرست میں جو تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب سیاحت نامہ کے ذیل میں مصنف کے حالات لکھتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ "در سنہ ۳۹۴ سنہ متولد و باندک وقتی حافظ قرآن و احادیث و مقدمات ادبیہ و شعریہ گردیدہ پس از آں تدریس توراۃ و انجیل بصاحبان مذہب یہود و نصاریٰ پرداختہ و شش سال بتہذیب باطن اشتغال داشتہ"

کتاب مجمع الفصحاء میں لکھا ہے کہ حکیم موصوف نے ۱۴۰ سال کی عمر میں سنہ ۴۳۰ ھ میں انتقال کیا۔

(۵)

ابوالحسین احمد بن منیر عاملی طرابلسی شامی

"مہذب الدین عین الزمان" کے لقب سے ملقب، بڑے درجہ کے شاعر اور کامل ادیب تھے "امل الآمل فی احوال علماء جبل عامل" میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ

حفظ القرآن وتعلّم اللغة والادب وقال الشعر وقدم دمشق فسکنها وکان رافضیا کثیر الھجاء۔

"قرآن حفظ کیا اور لغت و ادب کی تعلیم حاصل کی اور شعر کہنا شروع کیا اور دمشق میں آکر مستقل قیام اختیار کیا اور یہ شخص رافضی تھا۔ ہجو بہت نظم کرتا تھا۔

اسکے بعد محمد بن نصر خالدی کے حالات میں لکھا ہے کہ

کان ھو وابن منیر شاعری الشام فی ذلک العصر وکان ابن منیر ینسب الی التحامل علی الصحّابة ویمیل الی التشیّع فکتب الیہ یعنی الخالدی وقد بلغہ انّہ ھجاہ

ابن منیر ھجوت منی حبرا افاد الوریٰ صوابہ
ولم تضق بذالک صدری فانّ لی اسوة الصحابہ

یہ اور ابن منیر دونوں اُس زمانہ میں شام کے بڑے شاعر تھے۔ اور ابن منیر کے متعلق صحابۂ کرام کے اوپر حملہ کی نسبت دی جاتی تھی اور وہ تشیع کی طرف میلان رکھتا تھا۔ خالدی کو ایک مرتبہ خبر معلوم ہوئی کہ ابن منیر نے اُس کی ہجو کہی ہے تو اُس نے ابن منیر کو یہ دو شعر لکھ کر روانہ کئے۔

"اے ابن منیر تو نے میرے ایسے بزرگ شخص کی ہجو کہی جس نے دنیا کو صحیح باتوں کی تعلیم دی۔ اس سے مجھ کو کوئی صدمہ نہیں ہوا۔ کیونکہ اس طرح مجھ کو صحابہ کے ساتھ شرکت کا شرف حاصل ہو گیا۔"

شیخ حرّ عاملی نے "امل الامل" میں لکھا ہے کہ ابن منیر بغداد آئے، اور انھوں نے علامہ سید رضی کے پاس کچھ تحائف اپنے ایک غلام کے ہاتھ جس کا نام "تتر" تھا روانہ کئے۔ یہ غلام ایسا تھا جس سے ابن منیر کو خاص محبت تھی اور اپنے اشعار میں اُس کا تذکرہ بھی کرتے تھے۔ (یہ رضیؒ نے شاید شوخیِ طبع سے ستانے کی غرض سے) تحائف کے ساتھ ساتھ اُس غلام کو بھی اپنے پاس رکھ لیا۔ ابن منیر نے یہ دیکھا تو بڑا صدمہ محسوس کیا۔ اور اپنے خاص ظریفانہ انداز میں سید رضیؒ کو ایک قصیدہ نظم کر کے بھیجا جس میں بہت کچھ تشیع کا پہلو نمایاں ہے۔ اُس قصیدہ کے چند اشعار حسب ذیل ہیں۔

بالمشعرین وبالصفا والبیت والحجر

"قسم ہے منیٰ و عرفات اور صفا نیز خانہ کعبہ اور حجر اسود کی"

لئن الشریف الموسوی ابو الرضا ابن ابی مضر

کہ اگر شریف موسوی ابو الرضا ابن ابی مضر (سید رضی) نے

ابدی الجحود و لم یرد علیٰ مملوکی تتر۔

انکار ظاہر کیا اور نہ واپس کیا میرے غلام تتر کو۔

والیت آل امیة الغر المیامین الغرہ

تو میں امیہ کی اولاد کو جو روشن چہرہ والے خوش قسمت لوگ ہیں۔

دوست رکھنے لگوں گا۔

وجحدت بیعة حیدر و عدلت عنہ الی عمر

اور انکار کردوں گا حیدر صفدر (علی بن ابیطالب) کی بیعت سے اور

عدول کردوں گا عمر کی جانب۔

وبکیت عثمان الشھید بکاء نوائح الحرہ

اور روؤں گا غم میں عثمان شہید کے رونے والی عورتوں کے پُر درد

گریہ کی طرح۔

ورثیت طلحة والزبیر بکل شعر مبتکر

اور مرثیہ کہوں گا طلحہ و زبیر کا اچھوتے اچھوتے اشعار کے ساتھ۔

واقول ام المومنین عقوقھا احدی الکبر

اور میرا قول ہوگا کہ ام المومنین کی نافرمانی بڑے گناہ کا باعث ہے۔

واقول ان امامکم ولی بصفین وفر

اور میں (بہتان کے طور پر) کہنے لگوں گا کہ تمھارے امام نے جنگ صفین میں منھ پھیر لیا اور فرار اختیار کیا۔

واقول ان اخطا معاویۃ فما اخطا القدر

اور میں کہوں گا کہ اگر معاویہ نے غلطی کی تو قلم تقدیر نے غلطی تھوڑی کی اور جو بات انسان سے ہوتی ہے وہ تقدیر ہی کے ہاتھوں۔

واقول ذنب الخارجین علی علی مغتفر

اور کہوں گا کہ جن لوگوں نے حضرت علی کے خلاف بغاوت کی انکا گناہ معاف ہے۔

واقول ان یزید ما شرب الخمور ولا فجر

اور میں کہوں گا کہ یزید نے کبھی شراب خواری نہیں کی اور نہ فسق و فجور اختیار کیا۔

ولجیشہ بالکف عن ابناء فاطمۃ امر

اور اس نے اپنے لشکر کو اولاد فاطمہ کے قتل سے باز رہنے کا حکم دیا تھا۔

وغسلت رجلی ضلۃ ومسحت خفی فی السفر

"اور میں گمراہ ہوکر (وضو میں) اپنے پاؤں (مسح کرنے کے بجائے) دھونے لگوں گا اور سفر کی حالت میں موزوں کے اوپر سے مسح کرلیا کرونگا۔

واقول فی یوم تحار لھا البصائر والبصر

اور پھر کہوں گا اُس دن جب ظاہری و باطنی آنکھیں تھرائی ہوئی ہونگی

والصحف ینشر طیھا والنار ترمی بالشرر

اور عمل کے کاغذ کھُلے ہوں گے اور آگ کے شرارے نکل رہے ہونگے۔

ھذا الشریف اضلّنی بعد الھدایۃ والنظر

کہ یہ شریف (سید رضی) میرے گمراہ ہونے کا سبب ہوئے جبکہ میں صحیح راستہ پر تھا اور غور و فکر سے کام لے رہا تھا۔

مالی مضل فی الوریٰ الّا الشریف ابو مضر

میرا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے دنیا میں مگر شریف ابو مضر (سید رضی)

فیقال خذ بید الشریف فمستقرکما سقر

اُسوقت کہا جائے گا کہ پکڑلے شریف کا ہاتھ۔ تم دونوں کی جگہ سقر (آتش جہنم) میں قرار دی گئی۔"

سید رضیؒ نے جو اس قصیدہ کو دیکھا غلام کو واپس بھیجدیا اس قصیدہ میں شیعیت کا جوہر خاص طور سے ظاہر ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابن منیر نے ۵۴۸ھ میں انتقال کیا۔

(۶)

(۸۳) شرف الدین ابو القاسم فضل بن یحییٰ بن ابی علی بن عبیداللہ نقیب حلب ابن جعفر بن ابی تمام زید بن جعفر بن ابراہیم بن ابی ابراہیم محمد الحرانی ابن احمد الحجازی ابن محمد بن الحسین بن اسحٰق المؤتمن ابن امام جعفر صادقؑ

ابن عنبہ نے کتاب عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں لکھا ہے
هو السيد العالم حافظ كتاب الله۔ "وہ سید، عالم، حافظ کلام پاک تھے"۔ (مطبوعہ بمبئی ص۲۲۳)

(۷)

(۸۴) صدر الحفاظ ابو العلا حسن بن احمد بن حسن بن احمد بن محمد بن سہل بن سلمۃ العطار الہمدانی

شیخ منتجب الدین نے فہرست میں اُن کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے۔

علامة فی علم الحدیث والقراءة کان من اصحابنا وله تصانیف فی الاخبار والقراءة منها کتاب الهادی فی معرفة المقاطع والمبادی شاهدته وقرأت علیه

"وہ علم حدیث اور قرات قرآن میں علامہ کامل، ہمارے فرقہ کے علماء میں سے تھے۔ حدیث اور قرات میں اُن کے تصانیف بھی ہیں جن میں سے ایک کتاب "ہادی فی معرفة المقاطع والمبادی" ہے۔ میں نے ان کو دیکھا ہے اور اُن سے پڑھا بھی ہے۔"

اس تصریح کے بعد جس سے ثابت ہے کہ شیخ منتجب الدین کو اُن سے سلسلۂ تلمذ بھی حاصل ہے، اُن کا لکھنا کہ وہ ہمارے فرقہ کے علماء میں سے تھے اُن کے مذہب کے متعلق کوئی غیر معتبر سند نہیں ہے۔

حافظ سیوطی نے "بغیة الوعاة فی طبقات النحاة" میں اُن کے حافظ قرآن ہونے کی تصریح کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کان اماما فی النحو واللغة وعلوم القرآن والحدیث والادب والزهد وحسن الطریقة والتمسك بالسنن قرأ القرآن بالروایات ببغداد علی البارع الحسین بن الدباس وبواسط واصفهان سمع من ابی علی الحداد وابی القاسم بن بیان وجماعة وبخراسان عن ابی عبد الله الغزاری وحدث وسمع منه الکبار والحفاظ

وانقطع الی اقراء القرآن والحدیث الی آخر عمرہ وکان بارعا علی حفاظ عصرہ فی الانساب والتواریخ والرجال وله تصانیف فی انواع العلوم وکان یحفظ الجمهرة۔

"وہ نحو اور لغت اور علوم قرآن وحدیث وادب اور زہد وتقویٰ اور حسن معاشرت اور پابندی شریعت میں امام کا درجہ رکھتے تھے۔ انھوں نے قرآن کو تمام قراءتوں کے ساتھ بغداد میں بارع ابن دباس سے حفظ کیا اور واسط اور اصفہان میں ابو علی حداد اور ابو القاسم بن بیان وغیرہ سے سماعت کی اور خراسان میں ابو عبد اللہ غزاوی سے مستفید ہوئے انھوں نے احادیث کی بھی روایت کی اور بڑے بڑے حفاظ نے ان سے روایات اخذ کئے۔ پوری عمر انھوں نے قرآن کے حفظ کرانے اور حدیث کے تعلیم دینے میں صرف کردی۔ علم انساب اور تواریخ ورجال میں بھی وہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے زیادہ محفوظات رکھتے تھے اور وہ کتاب جمہرۃ اشعار عرب کے حافظ تھے"

اُن کی ولادت روز شنبہ ۱۴ ذی الحجہ ۴۸۸ھ ہمدان میں ہوئی تھی اور شب پنجشنبہ ۱۹ جمادی الاولی ۵۶۹ھ کو انتقال کیا۔

(٨)

(٨٥) محمد بن احمد بن حمدان الخباز البلدی

مشہور شاعر تھے۔ ثعالبی نے یتیمۃ العصر میں اُن کو "نوادر روزگار" میں شمار کیا ہے۔ لکھا ہے۔

من عجیب امرہ انہ کان امیا وشعرہ کلہ ملح وتحف وغرر وطرف ولا یخلو مقطوعۃ من معنی حسن او مثل سائر و کان حافظا للقرآن مقتبسا منہ فی شعرہ وکان یتشیع و یتمثل فی شعرہ بمذھبہ۔

"عجیب بات یہ ہے کہ وہ امّی (ان پڑھ) تھے لیکن اشعار اُن کے سب نمکین، عمدہ اور ندرت رکھنے والے ہیں۔ اور اُن کا کوئی قطعہ ایسا نہ ملے گا جس میں کوئی لطیف مضمون یا ضرب المثل ہونے کے قابل معنی پائے نہ جاتے ہوں۔ وہ حافظ قرآن بھی تھے اور اپنے اشعار میں اکثر قرآنی اقتباسات نظم کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ شیعہ تھے اور ان کے شعر میں ان کے مذہبی جذبہ کا مظاہرہ ہوتا تھا۔"

العرفان (صیدا۔ ملک شام) ج ۸ ص ۴۲ ۔ ۴۵ھ میں ان کے کلام کا تھوڑا نمونہ شائع ہوا ہے جنہیں وہ اشعار بھی ہیں جو اُن کے مذہبی

جذبہ کی ترجمانی کرتے ہیں۔
نسمۃ السحر نیمن تشیع وشعر میں بھی ان کے حالات تفصیل سے درج کئے ہیں۔

(۹)

(۸۶) ## ابن شہر آشوب

پورا نام۔ رشید الدین محمد بن علی بن شہر آشوب بن ابی نصر بن ابی الجیش السروی المازندرانی ہے۔ اور مشہور کتاب مناقب آل ابیطالب کے جو ایران و بمبئی میں طبع ہوئی ہے مصنف ہیں۔

موافقین و مخالفین کے قلم ان کی جلالت قدر رفعت مرتبہ اور وجاہت منعت علم و کمال کے اوپر متفق ہیں۔ محدث نوری نے مستدرک الوسائل (۱) میں ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور ان علمائے اہلسنت کے عبارات بھی نقل کئے ہیں جنھوں نے ان کا تذکرہ شایان الفاظ کے ساتھ کیا ہے انھی عبارات میں ان کے حافظ قرآن ہونے کا ثبوت بھی مضمر ہے۔

صلاح الدین صفدی نے وافی بالوفیات میں لکھا ہے:

محمد بن علی بن شہر آشوب الثانیۃ سین مھملۃ ابو جعفر

(۱) ج ۳ ص ۴۵۷ - ۴۵۸

السروی المازندرانی رشید الدین الشیعی احد شیوخ الشیعة حفظ اکثر القرآن وله ثمان سنین وبلغ النهایة فی اصول الشیعة کان یرحل الیه من البلاد ثم تقدم فی علم القرآن والغریب والنحو ووعظ علی المنبر ایام المقتفی ببغداد فاعجبه وخلع علیه وکان بهی المنظر حسن الوجه والشیبة صدوق اللهجة ملیح المحاورة واسع العلم کثیر الخشوع والعبادة والتهجد لا یکون الا علی وضوء اثنی علیه ابن ابی طی فی تاریخه ثناء کثیرا توفی سنة ثمان وثمانین وخمسمائة.

۷۰ محمد بن علی بن شہرآشوب (دوسرا سین ہے شین نہیں ہے)

ابو جعفر سروی مازندرانی رشید الدین شیعہ مذہب کے شخص بزرگان مذہب شیعہ میں سے تھے۔ قرآن کا اکثر حصہ تو آٹھ برس کی عمر میں حفظ کیا تھا۔ اور شیعوں کے مذہبی علوم میں کمال کا درجہ حاصل کیا کہ لوگ شہر شہر سے استفادہ کو اُن کے پاس آتے تھے۔ اس کے بعد قرآن کے علم میں انھوں نے بڑی ترقی کی اور لغت اور نحو میں بھی بلند درجہ حاصل کیا اور مقتفی باللہ عباسی کے زمانہ میں بغداد میں منبر پر موعظہ بیان کیا تو مقتفی کو بہت پسند آیا اور اُن کو خلعت سے ممتاز کیا۔ وہ بہت وجیہ و شکیل اور خوش منظر۔ صادق اللہجہ اور خوش تقریر۔ وسیع النظر اور بہت

زیادہ عابد و زاہد بزرگ تھے۔ ہر وقت باوضو رہتے تھے۔ ابن ابی طے نے اپنی تاریخ میں اُن کی بڑی مدح و ثنا کی ہے۔ ۵۸۸ھ میں انتقال کیا۔"

مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی مصنف قاموس اپنی کتاب "البلغۃ فی تراجم ائمۃ النحو واللغۃ" میں لکھتے ہیں۔

محمّد بن علی بن شہر اشوب ابو جعفر المازندرانی رشید الدین الشیعی بلغ النھایۃ فی اصول الشیعۃ تقدم فی علم القرآن واللغۃ والنحو و وعظ ایام المقتفی فاعجبہ وخلع علیہ وکان واسع العلم کثیر العبادۃ دائم الوضوء لہ کتاب الفصول فی النحو وکتاب المکنون والمخزون وکتاب اسباب نزول القرآن وکتاب متشابہ القرآن وکتاب الاعلام والطرائق فی الحدود والحقائق وکتاب الجدیدۃ جمع فیھا فوائد وفرائد جمۃ عاش مائۃ سنۃ الا عشرۃ اشھر مات سنۃ ثمان وثمانین وخمسمائۃ۔

"وہ شیعہ مذہب کے شخص تھے۔ شیعوں کے مذہبی علوم میں کمال کا درجہ حاصل کیا۔ اور علم قرآن۔ لغت۔ نحو میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ مقتفی کے زمانہ میں وعظ کہا۔ مقتفی کو بہت پسند آیا اور اُن کو خلعت عطا کیا۔ وہ وسیع المعلومات۔ بڑے عبادت گذار اور ہمیشہ باوضو رہنے والے تھے۔

اُن کے مصنفات حسب ذیل ہیں۔ الفصول در علم نحو۔ المکنون المخزون

اسباب نزول القرآن۔ متشابہ القرآن۔ الاعلام والطرائف۔ الفوائد الجدیدة
ان کی عمر سو سال کی ہوئی۔ صرف دس مہینہ باقی تھے۔ ۵۸۸ھ میں انتقال کیا

شمس الدین محمد بن علی بن احمد داؤدی ،انکی نے جو حافظ سیوطی کے شاگرد تھے اپنی کتاب طبقات المفسرین میں لکھا ہے۔

محمد بن علی بن شہراشوب بن ابی نصر ابو جعفر السروی المازندرانی رشید الدین احد شیوخ الشیعة اشتغل بالحدیث ولقی الرجال ثم تفقه وبلغ النهایة فی فقه اهل مذهبه ونبغ فی الاصول حتی صار رحلة ثم تقدم فی علم القرآن والقراءات والتفسیر والنحو وکان امام عصره وواحد دهره احسن الجمع والتالیف وغلب علیه علم القرآن والحدیث وهو عند الشیعة کالخطیب البغدادی لاهل السنة فی تصانیفه وتعلیقات الحدیث ورجاله ومراسیله ومتفقه ومتفرقه الی غیر ذلک من انواعه واسع العلم کثیر الفنون مات فی شعبان سنة ثمان وثمانین وخمسمائة.

وہ بزرگان مذہب شیعہ تھے۔ علم حدیث کی تحصیل میں مصروف ہوئے اور بہت سے مشائخ حدیث سے ملاقات کی۔ پھر علم فقہ کی تحصیل کی اور اپنے مذہب کی فقہ میں حد کمال کو پہونچے اور اصول مذہب میں

نمایاں درجہ حاصل کیا۔ یہاں تک کہ دور و دراز کے لوگوں کے منزل مقصد قرار پائے۔ اس کے بعد حفظ قرآن اور علم قرارات قرآن اور تفسیر اور نحو میں اپنے اہل زمانہ میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ وہ اپنے عصر کے امام یعنی مقتدا اور یگانۂ روزگار تھے۔ تصنیف و تالیف میں اچھے خدمات انجام دیے۔

تمام علوم میں سب سے زیادہ اُن پر قرآن و حدیث کا غلبہ تھا۔ وہ شیعہ فرقہ میں وہ درجہ رکھتے ہیں جو خطیب بغدادی کو اپنے تصانیف اور حواشی حدیث و رجال وغیرہ کی حیثیت سے اہلسنت میں حاصل ہے۔ وہ وسیع المعلومات جامع علوم و فنون تھے۔ شعبان ۵۸۸ھ میں انتقال کیا۔

ساتویں صدی ہجری

(۱)

(۸۷) ## شرف الاشراف

میرزا جمال اصغر

بنت

سید علی بن طاؤس

مشہور و مستند جامع علوم و فنون مجتہد ابن طاؤس رضوان اللہ علیہ

کی دختر نیک اختر حافظ قرآن تھیں۔ علامہ سید حسن صدر دام ظلہ اپنی کتاب تکملۂ امل الآمل میں لکھتے ہیں۔

قال والدها فی کتاب سعد السعود وقفت مصحفا علی ابنتی الحافظة لکتاب اللہ المجید شرف الاشراف حفظتہ وعمرها اثنتا عشرة سنة۔

"ان کے والد سید ابن طاؤس نے اپنی کتاب سعد السعود میں لکھا ہے کہ میں نے ایک نسخہ قرآن مجید کا وقف کیا ہے اپنی لڑکی حافظ کلام مجید شرف الاشراف کے لیے جس نے بارہ برس کی عمر میں قرآن مجید کو حفظ کیا ہے۔

(۲)

(۸۸) فاطمہ

بنت

سید ابن طاؤس

ابن طاؤس کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ ان کے متعلق سید ابن طاؤس سعد السعود میں لکھتے ہیں۔

وقفت مصحفاتاما اجزاء علی ابنتی الحافظة للقرآن الکریم فاطمة حفظتہ وعمرھا دون التسع سنین۔

میں نے ایک مکمل قرآن جو جدا جدا پاروں کی صورت میں ہے اپنی لڑکی حافظ قرآن کریم فاطمہ کے لیے وقف کیا ہے اس نے ۹ برس سے کم کے سن میں قرآن حفظ کیا ہے۔

تکملۂ امل الامل میں ہے کہ سید ابن طاؤس نے ان دونوں صاحبزادیوں کو اجازہ بھی مرحمت فرمایا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علمی حیثیت سے بھی بلند مرتبہ پر فائز تھیں۔

(۳)

(۸۹) سید عبد الکریم

ابن

احمد بن طاؤس

مذکور الصدر سید علی ابن طاؤس کے بھتیجے ہیں۔ ان کے والد بھی اکابر علمائے شیعہ میں سے بڑے جامع علوم وفنون متبحر صاحب تصانیف بزرگ تھے۔

ابن داؤد مصنف کتاب رجال نے جو سید عبدالکریم کے ہمعصر اور تقریبًا ہم عمر تھے، اپنی کتاب رجال میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے۔

غیاث الدین الفقیہ النسابۃ النحوی العروضی الزاہد العابد ابو المظفر قدس اللہ روحہ انتہت ریاسۃ السادات وذوی النوامیس الیہ وکان اوحد زمانہ حائری المولد حلی المنشاء بغدادی التحصیل کاظمی الخاتمۃ ولد فی شعبان سنۃ ۶۴۸ھ وتوفی فی شوال سنۃ ۶۹۳ھ وکان عمرہ خمسا واربعین سنۃ وایاما کنت قرینہ طفلین الی ان توفی ما رأیت قبلہ ولا بعدہ بخلقہ وجمیل قاعدتہ وحلو معاشرتہ ثانیا ولذکائہ وقوۃ حافظتہ مماثلا ما دخل فی ذہنہ شئی قط فکادنسیاہ حفظ القرآن فی مدۃ یسیرۃ ولہ احدی عشرۃ سنۃ واشتغل بالکتابۃ واستغنی عن المعلم فی اربعین یوما وعمرہ اذ ذاک اربع سنین۔

غیاث الدین لقب۔ ابو المظفر کنیت۔ علم فقہ۔ انساب۔ نحو، عروض کے عالم اور عابد و زاہد شخص۔ سادات و اشراف کے مرجع اور اپنے زمانہ کے فرد و یکتا تھے۔ اُن کی ولادت کربلائے معلیٰ میں، نشوونما حلہ میں، طالب علمی بغداد میں اور وفات کاظمین میں ہوئی۔ شعبان ۶۴۸ھ میں متولد ہوئے اور شوال ۶۹۳ھ میں ۴۵ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اُس زمانہ

سے کہ جب میں اور وہ ایک ساتھ تھے اور ہم دونوں کا کمسنی کا زمانہ تھا اُس وقت تک کہ جب اُنھوں نے وفات پائی۔ میں نے اُن کے قبل اور بعد کوئی شخص اُن کے اخلاق۔ پاکیزہ آئین زندگی اور پر لطف میل جول کا ایسا دوسرا نہیں دیکھا۔ اور نہ اُن کی ذکاوت و ذہانت اور قوت حافظ کی کوئی مثال نظر سے گذری۔ گویا جو بات اُن کے ذہن میں پہونچ گئی۔ اب اُس کا بھولنا ممکن ہی نہیں تھا۔ اُنھوں نے بہت کم مدت میں قرآن حفظ کیا جب کہ اُن کی عمر گیارہ سال کی تھی۔ لکھنا سکھلایا گیا تو چالیس دن میں سیکھ لیا، اور تعلم کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ اس وقت اُن کی عمر صرف ۴ سال کی تھی۔"

امل الآمل۔ منتہی المقال۔ لؤلؤۃ البحرین میں اسی عبارت کو نقل کیا گیا ہے۔

آٹھویں صدی ہجری

(۱)

(۹۰) عبد اللہ بن محمد بن ہارون طائی اندلسی تونسی

حافظ جلال الدین سیوطی کی کتاب "بغیۃ الوعاۃ فی طبقات النحاۃ"(۱) میں اُن کا تذکرہ ہے اور لکھا ہے۔

ولد سنۃ ثلث وستمائۃ واخذ النحو عن الدباج والشلوبین ولازم خال امہ عصام بن خلصہ وقرأ القرآن علیٰ جدہ لامہ محمد بن قادم المعافری وسمع من ابی القاسم بن بقی وغیرہ وھو من بیت علم وجلالۃ برع فی النحو واللغۃ وسائر علوم الادب والتواریخ ولہ نظم ونثر کثیر وکان شدید التشیع۔

سنہ ۶۰۳ھ میں اُن کی ولادت ہوئی علم نحو دباج اور شلوبین سے اخذ کیا، اور اپنی نانی کے بھائی عصام بن خلصہ کی صحبت میں رہے اور قرآن اپنے نانا محمد بن قادم معافری سے حفظ کیا اور ابو القاسم بن بقی وغیرہ سے بھی سماعت کی۔ وہ اہل علم اور معزز خاندان میں سے تھے۔ نحو و لغت اور

(۱) مطبوعہ مصر صفحہ ۲۹

دیگر علوم ادبیہ اور تاریخ میں مہارت کا درجہ حاصل کیا۔

نظم و نثر میں اُن کے نتائجِ قلم کثرت سے ہیں، اور وہ بہت سخت تشیع رکھنے والے تھے۔

سنہ ۷۰۲ھ میں انتقال کیا۔

(۲)

(۹۱) **علاء الدین کندی**

علی بن مظفر وداعی

اپنے زمانہ کے مشہور ادیب عربی شاعر تھے نسمۃ السحر فیمن تشیع و شعر میں اُن کا تذکرہ ہوا ہے، اور "تاسیس الشیعۃ الکرام لفنون الاسلام" میں اُن کے حالات میں لکھا ہے۔

قال ابن شاکر فی فوات الوفیات الادیب البارع المقری المحدث الکاتب المنشی علاء الدین الکندی کاتب ابن وداعۃ المعروف بالوداعی ولد فی سنۃ ۶۴۰ و توفی سنۃ ۷۱۶ تلا بالسبع علی القاسم الاندلسی وطلب الحدیث ونسخ الاجزاء وسمع من الخشوعی والکفرطابی والصدر البکری وعثمان ابن خطیب

القرافة والنقيب ابن ابی الحسن وابن عبد الدائم وغیرہ و نظر فی العربیۃ وحفظ کثیرا من اشعار العرب وھو صاحب التذکرۃ الکندیۃ المعروفۃ بالسمسالیۃ فی خمسین مجلد بخط فیھا عدۃ فنون وکان شیعیا۔

"ابن شاکر نے فوات الوفیات میں لکھا ہے، ادیب کامل، حافظ و معلم قرآن، محدث، انشاپرداز، مضمون نگار علاء الدین کندی محمد ابن ودلہ مشہور بوداعی سنہ ۶۴۰ھ میں متولد ہوئے اور سنہ ۷۱۶ھ میں انتقال کیا انھوں نے ساتوں قراءتوں کے ساتھ قاسم اندلسی سے قرآن کو حفظ کیا اور علم حدیث کی تحصیل میں مصروف ہوئے اذ خشوعی وغیرہ بہت سے محدثین سے سماع احادیث کیا اور علم ادب کا مطالعہ کیا اور بہت سے اشعار عرب حفظ کئے۔ آخر میں دمشق کی طرف منتقل ہو گئے۔ وہ کتاب تذکرہ کندیہ کے مصنف ہیں جو ۵۰ جلدوں میں ہے، اور مختلف فنون پر مشتمل ہے۔ اور وہ شیعی مذہب رکھتے تھے۔"

صلاح الدین صفدی کی تاریخ سے بھی ایسے ہی الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔

---

(۴۳)

(۹۲) سید یوسف بن ناصر بن حماد الحسینی

پورا اسم و لقب سید جمال الدین ابو المحاسن یوسف بن ناصر بن حماد الحسینی الغروی ہے۔

جمال الدین احمد بن محمد بن حداد حلی کے اجازہ میں جو شہید اوّل کے نام بحار مجلد اجازات میں مذکور ہے لکھا ہے کہ۔ قرأت القرآن علی السید جمال الدین ابی المحاسن یوسف بن ناصر بن حماد الحسینی الغروی بروایة ابی بکر عاصم بن ابی النجود بن بہدلة الخیاط الکوفی بروایة راویہ ابی بکر و حفص بن سلیمان بن مغیرة البزاز الکوفی و بروایة الکسائی در اوییہ وقال قرأت بھا القرآن الکریم من فاتحة الی خاتمة علی السید رضی الدین ابی عبد اللہ الدوری وابی الحرث اللیث بن غالب البغدادی الخ

"میں نے قرآن حفظ کیا عاصم اور کسائی دونوں کی روایتوں کے مطابق سید جمال الدین ابو المحاسن یوسف بن ناصر بن حماد سے اور اُن کا قول ہے کہ انھوں نے انہی دونوں روایتوں کے ساتھ حفظ کیا سید رضی الدین ابو عبد اللہ دوری وغیرہ سے۔

شیخ حر عاملی کی کتاب امل الآمل میں ان کا تذکرہ بدیں الفاظ موجود ہے۔

السید جمال الدین یوسف بن ناصر بن حماد الحسینی عالم صدوق فقیہ یروی عمن یروی عنہ ابن معیۃ۔

"وہ عالم، بڑے صادق اللہجہ اور فقیہ تھے" ابن معیۃ تاج الدین حسینیؒ اُن سے بیک واسطہ روایت کرتے ہیں

(۹۳) شیخ جمال الدین احمد بن محمد بن حداد حلی (۴)

ان کا اجازہ حفظ قرآن کے متعلق شہید اوّل کے نام بحار مجلد اجازات میں موجود ہے۔ اُس کی عبارت ابھی ابھی ہدیۂ ناظرین ہوئی جس میں لکھا ہے کہ۔ قرأت القرآن علی السید جمال الدین۔

"میں نے حفظ قرآن کیا سید جمال الدین یوسف بن حماد سے"

امل الآمل میں ان کا تذکرہ بدیں الفاظ ہے۔

الشیخ جمال الدین احمد بن محمد بن الحداد عالم فقیہ من مشائخ ابن معیۃ

"یہ عالم فقیہ اور ابن معیہ کے مشائخ حدیث میں سے تھے"

(۵)

(۹۴) شہیدِ اوّل محمد بن مکی جبعی عاملی

رضوان اللہ علیہ

فرقۂ شیعہ کے مشہور عالم، فقیہ اور مستند مجتہد، جن کی ذکری بیان، دروس، لمعہ، الفیہ، نفلیہ وغیرہ فقہ کے آسمانی صحیفے اور مشہور روزگار کتابیں ہیں۔

بحار الانوار کے مجلد اجازات میں جمال الدین احمد بن محمد بن حداد حلی کا اجازہ قرأت قرآن کے متعلق اُن کیلئے موجود ہے جسمیں لکھا ہے۔

قد اجزت الحافظ المجود المجدّد معجز القرآن محیّ دما درس من دروس الحفاظ القدماء کثّر اللہ فی القرّاء المجوّدین مثلہ بحق سیدنا محمد النبیّ ومن اقتفی من الدھد اہ وسلک من عترتہ نھجہ واتبّع سبیلھا قال جمال الدین احمد بن محمد بن الحداد الحلیّ قرأت القرآن علی السید جمال الدین الخ

"حافظ جید مظہر اعجاز قرآن ،تجدید کرنے والے قدیم حفاظ کے محو شدہ تعلیمی آثار کے .خدا حفاظ قرآن میں اُن کے امثال کو زیادہ کرے

میں انھیں سند دیتا ہوں، اور میں نے قرآن حفظ کیا ہے اپنے اُستاد سید جمال الدین سے۔"

شہید اول نے سنہ ۷۸۶ھ میں بجرم تشیع جان اپنی خنجر جلاد کے سپرد کی۔

(۶)

(۹۵) خواجہ حافظ شیرازی

شمس الدین محمد نام، حافظ تخلص اور معتقدین وارباب ذوق کے حلقہ سے لسان الغیب، بلبل شیراز کے خطابوں سے ملقب ہیں۔

وہ نام یا تخلص کے فقط حافظ نہیں، بلکہ درحقیقت حافظ قرآن تھے اور اسی مناسبت سے انھوں نے اپنا تخلص حافظ اختیار کیا تھا۔

اُن کے اکثر اشعار میں اس معنوی حیثیت کا اشارہ موجود ہے اور اُن سے اُن کے حفظ قرآن کا پتہ ملتا ہے۔ ملاحظہ ہوں ذیل کے اشعار

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولی ۔۔۔ دام تزویر مکن چون دگران قرآن را

عشقت رسد بفریاد گر خود بسان حافظ ۔۔۔ قرآن زبر بخوانی باچاردہ روایت

ای چنگ فرو بردہ بخون دل حافظ ۔۔۔ فکرت مگر از غیرت قرآن خدا نیست

زاہد ار رندی حافظ نکند فہم چہ باک ۔۔۔ دیو بگریزد ازاں قوم کہ قرآن خوانند

حافظ بحق قرآن کز شید و زرق باز آ ۔۔۔ باشد کہ گوی عیشی دریں جہاں توان زد

حافظا در کنج فقر و خلوت شبہائے تار   تا بود وردت دعا و درس قرآن غم مخور
صبح خیزی و سلامت طلبی چون حافظ   ہر چہ کردم ہمہ از دولت قرآن کردم
ندیدم خوشتر از شعر تو حافظ   بہ قرآنی کہ اندر سینہ داری

حافظ کے شاگرد محمد گلندام جنھوں نے اپنے اُستاد کے دیوان کو مرتب کیا ہے۔ اس دیوان کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

"غزلہائے جہانگیرش بادنیٰ مدتی بحدود اقالیم خراسان و ترکستان و ہندوستان رسیدہ و قوافل سخنہای دلپذیرش در اقل زمان باطراف و اکناف عراقین و آذربایجان سر کشیدہ قد وھب الریح و ذھب المسیح سماع صوفیان بی غزل شور انگیز او گرم نشدی و بزم بادشاہان بے نقل سخنان ذوق آمیزش زیب و زینت نیافتی بلکہ ہای و ہوی مشتاقان بے ولولۂ شوق او نبودی و سرود و رودی پرستاران بے غلغلۂ ذوق او رونق نگرفتی چنانچہ در تمثیل این مثل گوید

غزل سرائی حافظ بدان رسید کہ چرخ   نوائے نغمۂ ناہید را ببرد از یاد
چو شعر عذب روانش ز بر کنی گوئی   ہزار رحمت حق بر روان حافظ باد

ولی محافظت درس قرآن و ملازمت شغل سلطان و تحشیہ کشاف و مصباح و مطالعۂ مطالع و مفتاح و تحصیل قوانین ادب و تجسس دواوین عرب از جمع ابیات و غزلیاتش مانع آمدے و از تدوین اثبات ابیاتش

واقعہ گشتنی:
حافظ کے تشیع کا ثبوت بھی اُن کے دیوان کے مطالعہ کے بعد قابل تامل نہیں ہے۔
وہ آل رسول کی بارگاہ میں اپنی محبت اور حسن عقیدت پیش کرتے ہوئے لذت محسوس کرتے ہیں

حافظ از جاں محب رسول است و آل او　　　　براین سخن گواست خداوند اکبرم

وہ معرفت کے راستہ میں بادشاہ نجف کو اپنا بہترین راہبر سمجھتے ہیں ؎

حافظ اگر قدم زنی در رہ خاندان عشق　　　　بدرقۂ رہت شود ہمت شحنۂ نجف

وہ فیض رحمت الٰہی کو سرچشمۂ ساقی کوثر ہی میں منحصر سمجھتے ہیں

مردی ز کنندۂ در خیبر بپرس　　　　اسرار کرم ز خواجۂ قنبر بپرس
گر تشنۂ فیض رحمتی ای حافظ　　　　سرچشمۂ آں ز ساقی کوثر بپرس

وہ جناب امیر کی مشکلکشائی پر اعتماد رکھتے اور اُسے اپنی ہر مشکل کا حل سمجھتے ہیں۔

قسام بہشت و دوزخ و عقدہ گشای　　　　ما را مگذار کہ در آتیم ز پای
تا کے بود ایں گرگ ربائی از خاک　　　　سرپنجۂ دشمن افگن ای شیر خدای

اس مقام پر مطبوعہ دیوان کے محشی کو بھی لکھنا پڑا ہے۔
"قسام بہشت و دوزخ بمذہب شیعہ حضرت مرتضیٰ است ای تا کے بود

از خاک مثل گرگ ربودن۔ ای شیر خدا پنجۂ دشمن افگن برآر۔" (نولکشوری ص۲۳۷)

وہ مندرجۂ ذیل قصیدہ کے اشعار میں امیر المومنینؑ اور دیگر معصومینؑ کی مدح اس جوش و خروش اور ایسے الفاظ میں کرتے ہیں کہ جن کے تشیع کا بے غبار آئینہ ہیں۔

مقدریکہ ز آثار صنع کرد اظہار ‌ ‌ ‌ سپہر و مہر و مہ و سال و ماہ و لیل و نہار

مدار سیر کواکب بامر کن فیکون ‌ ‌ ‌ قرار داد برایں طاق گنبد دوار

ز ہفت کوکب سیارہ و دوازدہ برج ‌ ‌ ‌ کنند سیر مخالف کواکب سیار

نہ آسماں ز ملائک بامر حق مشغول ‌ ‌ ‌ بسجدہ مدگہ تسبیح و ذکر استغفار

چہار عنصر از اد مختلف پدید آورد ‌ ‌ ‌ مدار آتش و آب و ہوا و خاک غبار

قرار داد ببالای خاک باد آتش ‌ ‌ ‌ گرفتہ کوہ و زمیں درمیان آب قرار

بدوستی نبی و ولی اساس نہاد ‌ ‌ ‌ جہان و ہر چہ درو ہست خالق جبار

اگر نہ ذات نبی و ولی بدی مقصود ‌ ‌ ‌ جہاں کتم عدم رفتے ہمچو اول بار

نوشتہ بر در فردوس کاتبان قضا ‌ ‌ ‌ نبی رسولؐ ولی عہد حیدر کرار

امام جنی و انسی علی بود کہ علی ‌ ‌ ‌ ز کل خلق فزون است از صغار و کبار

ز نام او است منقش سما و کرسی و عرش ‌ ‌ ‌ ز ذات او ست مطبق زمیں بدیں ہنجار

علی امام و علی یمن و علی ایمان ‌ ‌ ‌ علی امین و علی سرور و علی سردار

علی ز بعد محمدؐ ز ہر چہ ہست بہ است ‌ ‌ ‌ اگر تو مومنی پاکی نظر دریغ مدار

بدشمناں منشیں حافظا تولا کن — نجات خویش طلب کن بجان شست و چہ

خواجہ حافظ علیہ الرحمہ نے سنہ ۷۹۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(نویں صدی ہجری) میں ابھی تک ہماری کوتاہ نظری نے کسی حافظ کا پتہ نہیں دیا۔

دسویں صدی ہجری

(۱)

(۹۶) حافظ طاہر اصفہانی

ہمارے شیخ الحدیث علامہ شیخ محسن معروف بآقا بزرگ طہرانی مقیم سامراء (عراق) نے اپنی کتاب احیاء الداثر من مآثر القرآن العاشر میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے۔

المعبّر عنہ فی بعض کتب التجوید بفخر الدین حافظ طاہر الاصفہانی القاری لہ رسالۃ فی التجوید فارسیۃ أولہا باب المد و لعلہ شم باب الادغام وھکذا وفی حاشیۃ ذکر ان لہ ایضا مخمل العطشان فی رسم احرف القران ولہ شرح الشاطبیۃ علی ما نقل عنہ فی بعض رسائل التجوید ولہ ایضا مفردۃ ابی عمرو بن العلاء البصری۔

"بعض کتب تجوید میں ان کا نام ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ فخرالدین حافظ طاہر اصفہانی قاری۔ اُن کا ایک فارسی رسالہ علم تجوید میں ہے۔ جس کا پہلا باب مدّ و قصر کے متعلق ہے اور دوسرا ادغام میں ہے۔ اور اسی صورت سے دیگر ابواب درج ہیں۔ اسی رسالہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ اُن کے مصنفات میں سے منهل العطشان فی رسم احرف القرآن اور شرح شاطبیہ بھی ہے۔ جیسا کہ بعض رسائل علم تجوید میں اس سے نقل کیا گیا ہے۔ اور اُن کا ایک رسالہ قرأت ابوعمرو بن علاء کے متعلق ہے۔"

یاد رکھنا چاہیے کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ حافظ کی لفظ عام طور سے حافظِ قرآن کے معنی میں مستعمل ہونے لگی ہے۔

(۲)

(۹۷) شیخ محمد بن محمد بن مساعد بن عیاش عاملی جزینی

"امل الآمل فی احوال علماء جبل عامل" میں ہے۔ کان فاضلا قاریا صالحا له کتاب مقتل الحسین وکتاب الادعیة الماثورة من المعاصرین للشهید الثانی۔

"وہ فاضل، حافظ قرآن، متقی و پرہیزگار شخص تھے۔ اُن کے مصنفات میں سے کتاب مقتل سید الشہداء اور کتاب ادعیہ ماثورہ ہے۔"

شہید ثانی کے معاصرین میں سے تھے۔"
شہید ثانی کی وفات ۹۶۶ھ میں ہے۔

(۳)

(۹۸) حافظ لطف اللہ اصفہانی

ان کے بیٹے حافظ شاہ ملا قاری کا تذکرہ ابھی ہدیۂ ناظرین ہوگا۔ اسی سے ان کا حافظ قرآن ہونا ثابت ہے۔

(۴)

(۹۹) حافظ شاہ ملا قاری

ان کا اصلی نام حافظ ملا محمد ابن حافظ لطف اللہ اصفہانی تھا۔ آقا بزرگ طہرانی نے احیاء الداثر فی مآثر القرن العاشر میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ محقق ثانی علی بن عبد العالی کرکی کے شاگردوں کے درجہ میں ہیں، اور ممکن ہے کہ خود بھی اُن سے تلمذ رکھتے ہوں۔ محقق کرکی کا حاشیہ شرائع اور رسالہ رضاعیہ نیز جامع الفوائد فی شرح خطبۃ قواعد ان کے قلم سے لکھا ہوا ایک مجموعہ کی صورت میں میری نظر سے گذرا ہے۔ اسکا زمانہ کتابت ۹۹۳ھ ہے اور وہ حاج علی محمد نجف آبادی کے

کتبخانہ واقع نجف اشرف میں موجود ہے۔ انھوں نے خود اپنا نام اس مجموعہ میں حسب ذیل الفاظ میں لکھا ہے۔

محمد الشہیر بدنیاہ ملا الحافظ القاری ابن لطف اللہ الحافظ الاصفہانی۔

(۵)

(۱۰۰) شیخ مظفر حافظ

ان کے بیٹے اور پوتے کا تذکرہ گیارھویں صدی کے شروع ہی میں عنقریب کیا جائے گا اسی سے انکا تعارف ہو جائے گا

گیارھویں صدی ہجری

(۱)

(۱۰۱) شیخ عبداللہ حافظ

شیخ آقا بزرگ طہرانی نے کتاب "البدور الباہرۃ فی تراجم من بعد العاشرۃ" میں ان کے فرزند شیخ جعفر حافظ کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے۔

الشیخ جعفر الحافظ ابن الشیخ عبد اللہ الحافظ ابن مظفر الحافظ النجفی المولد والمسکن رأیت نسخۃ من فرحۃ الغری کتبہا الشیخ عبد اللہ الحافظ لنفسہ وکتب ولدہ بخطہ علی ظہرہا النسخۃ تملکہ لہا فی سنہ ۱۰۳۸ ویظہر من العبارۃ والخط واللقب ان الوالد والولد من الفضلاء الادباء الحفاظ فی عصرہما۔

"میں نے کتاب فرحۃ الغری کا ایک نسخہ دیکھا ہے جس کو شیخ عبد اللہ حافظ نے خود اپنے لیے نقل کیا ہے۔ اور اُن کے بیٹے شیخ جعفر نے اپنے قلم سے اُس پر اپنی ملکیت کو تحریر کیا ہے۔ اسکی تاریخ سنہ ۱۰۳۸ھ ہے۔ عبارت اور خط اور القاب سے معلوم ہوتا ہے کہ باپ بیٹے دونوں اپنے زمانہ کے فاضل، ادیب اور حافظ قرآن تھے۔"

(۲)

(۱۰۲) شیخ جعفر حافظ

مذکورالصدر شیخ عبد اللہ کے فرزند ہیں اور وہ عبارت جس سے ان کے حفظ قرآن کا پتہ چلتا ہے۔ ابھی ہدیہ ناظرین ہو چکی۔

———

(۳)

شیخ عبدالسلام بن محمد الحر العاملی (سہ ۱۰۳)

مشہور صاحب وسائل شیخ حر عاملی کے نانا اور اُن کے دادا کے حقیقی
بھائی تھے۔ شیخ حر نے اپنی کتاب امل الآمل میں اُن کے حالات تحریر کئے
ہیں اور لکھا ہے کہ

كان عالماً عظيم الشأن جليل القدر زاهداً عابداً ورعاً
فقيهاً محدثاً ثقة لم يكن له نظير في زمانه في الزهد والعبادة
قرأ على أبيه وأخيه الشيخ علي وعلى الشيخ حسن ابن الشهيد
الثاني العاملي وعلى السيّد محمّد بن أبي الحسن العاملي وغيرهم
له رسالة سماها إرشاد المنصف البصير إلى طريق الجمع بين
أخبار التقصير ورسالة في الفطرات ورسالة في الجمعة وغير ذلك
من الرّسائل والفوائد المفردة كان ماهراً في الفقه والعربيّة
قرأت عليه وكان عمري نحو عشر سنين وكان حسن التقرير
جدّاً حافظاً للمسائل والنّكت كفّ بصره وهو في سنّ الثمانين
فحفظ القرآن في ذلك الوقت ثمّ عمّر حتّى جاوز التّسعين ولمّا
توفّي رثيته بقصيدة طويلة.

"وہ بہت بڑے عالم، زاہد اور عابد، پرہیزگار اور متقی، فقیہ محدث شخص تھے، اور زہد و تقوےٰ اور عبادت میں اپنے زمانہ میں مثل و نظیر نہ رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے والد بزرگوار اور بھائی شیخ علی اور شیخ حسن صاحب معالم اور سید محمد صاحب مدارک وغیرہ سے تحصیل علم کی۔ اُن کے تصانیف سے ہے رسالہ ارشاد المنصف البصیر در طریقہ جمع ما بین احادیث تقصیر۔ رسالہ مفطرات۔ رسالہ جمعہ وغیرہ۔ وہ علم فقہ اور ادب میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ میں نے اُن سے پڑھا ہے اُس وقت جبکہ میری عمر دس برس کے قریب تھی۔ وہ بہت خوش تقریر تھے اور مسائل و نکات خوب محفوظ رکھتے تھے۔ اسّی برس کی عمر میں اُن کی آنکھیں جاتی رہیں اُسوقت اُنھوں نے قرآن حفظ کیا۔ پھر اس کے بعد وہ زندہ رہے یہانتک کہ نوّے برس سے زیادہ عمر تک پہونچے۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو میں نے اُن کا ایک طویل مرثیہ نظم کیا۔"

(۴۲)

(۴۲،۱) حاج محمد رضا ابن حاج محب علی سبزواری

مشہد مقدس امام رضا علیہ السّلام کے قاری اور حافظ، حضرت کے روضۂ مبارک کے مجاور تھے۔ ان کے شاگرد ملّا مصطفےٰ ابن ابراہیم تبریزی

مشہدی نے اپنے رسالہ میں جو سند قرأت عاصم کے متعلق تحریر کیا ہے لکھا ہے کہ وہ علوم دینیہ کے عالم اور مقدس متقی و پرہیزگار اور صاحب تصنیف تھے۔ اُن کا ایک رسالہ "حیات جاودانی" فارسی منظوم تجوید کے فن میں ہے جو حرز الامانی شاطبیہ کے مقابل سمجھا جاسکتا ہے۔ اور ایک رسالہ تحفۃ المحسنین نثر ہے۔ وکان من حفاظ الحرم الشریف الرضوی "وہ حرم اقدس امام رضاؑ کے حافظوں میں سے تھے"۔

تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں ۱۰۵۸ھ میں انتقال کیا اور رواق حرم اقدس میں پائین پا کی طرف دفن ہوئے۔ انھوں نے قرأت کے فن کو پہلے اپنے والد حاج محمد علی سبزواری سے حاصل کیا تھا اور پھر روضۃ الم رضا میں ملا محمد امین سے اُسکی تکمیل کی اور انھوں نے قرآن کو اپنے دادا ملا عماد الدین علی شریف قاری استرابادی سے پڑھا تھا جو فن قرأت میں بڑے کامل اُستاد اور عربی و فارسی تصانیف کے مؤلف تھے"۔

آقا شیخ بزرگ طہرانی کی کتاب "البدور الباہرۃ فی المائۃ بعد العاشرۃ" میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔

(۵)

(۱۰۵) حسن بن علی بن حسن نعمی حسنی

آقا شیخ علی کاشف الغطاء نے کتاب "الحصون المنیعۃ فی طبقات الشیعۃ" ج ۲، میں اُن کا تذکرہ کیا ہے۔ اُنکا پورا نام و نسب حسب ذیل ہے۔

حسن بن علی بن حسن بن محمد بن محمد بن حسن بن عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن محمد بن حسن بن عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن محمد بن عیسیٰ النعمی حسنی، لکھا ہے۔ من فضلاء الزمن و ادبائہ و علمائہ و شعرائہ ولد بصنعاء وبھا نشأ و قرأ القرآن و اخذ عن والدہ علوما جمۃ وقویت ھمتہ فی طلب العلم ولہ نظم فاخر۔

"وہ فضلائے روزگار، ادباء و علماء و شعراء میں سے تھے۔ اُن کی صنعاء میں ولادت ہوئی اور وہیں نشو و نما پائی اور قرآن حفظ کیا اور اپنے والد سے بہت سے علوم حاصل کئے اور طلب علم میں اُن کی ہمت بلند ہی ہوتی گئی۔ وہ نظم بھی خوب کرتے تھے۔ اور اُن کے بہت عمدہ اشعار موجود ہیں۔"

اُن کا انتقال مکہ معظمہ میں آغاز محرم ۱۰۶۳ھ میں ہوا۔

(۶)

(۱۰۶) حافظ سید محمد

ان کے فرزند حافظ سید محمد رضا کا تذکرہ اس کے بعد آئے گا۔
میرزا محمود تبریزی نے اپنی سند قرأت میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے۔ "الحافظ الامجد والنبیل الاوحد السیّد محمدؐ"
اُنھوں نے حاج محمد رضا سبزواری سے جن کا تذکرہ اس کتاب میں آچکا، حفظ قرآن کیا تھا۔

بارھویں صدی ہجری

(۱)

(۱۰۷) اسحٰق بن یوسف صنعائی

کتاب نسمۃ السحر فیمن تشیع و شعر" کے مصنف سید ضیاء الدین یوسف ابن یحییٰ بن حسین ابن موید باللہ ابن منصور باللہ قاسم بن محمد علی صنعائیؔ کا نونہال اور کمسنی ہی میں مسافرت کر جانے والا فرزند، دردرسیدہ

باب نے نسمۃ السحر کے اوراق پر اُس کا تذکرہ اور اپنے درد و غم کا اظہار کیا ہے جس میں اُس کے حفظ قرآن کا پتہ دیا ہے۔ ہم اُسے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

انّ الزّمن الغادر والجدّ العاثر واللیّالی التّاعسۃ والایّام الّتی ماسرّت یوما ولا ساعۃ فجعتنی فی شھر جمادی بما کان لصحۃ فرحی، وانسی ودّا فاتبوّت غصنی الناضر ونفاۃ من انسانی النّاظر وفجعتنی بسلیلی واضرمت بنارھا غلیلی وذھبت بولدی ھلالا لا وافلات من کوکبی الزاھر بالاً .... وکان قد بلغ من السّنین عشرا وقارب ھلالہ ان یکون بدرا وحفظ من القرآن الی المدثر فامسی بالتّراب مدثرا فاعجب لبقائی بوغمی بعدہ ولا تسل من دم قلبی و عینی عما جری فعند اللہ احتسبہ راحلا بسروری ومزیلا لاملی وغروری ـــــــ وکانت لیلۃ الاربعاء الرّابع عشر من جمادی الاولی سنۃ اربع عشرۃ ومائۃ والف فھی اللیلۃ المنحوسۃ عندی ولاشک ولا خلف وان کان الثواب بقدر المصاب من ذی المنّۃ فماثوابی فی مصیبتی الّا ائمۃ الّا الجنّۃ

"غدار زمانہ اور برگشتہ مقدر اور جانگزا شب و روز نے، کہ جو

ایک دن بلکہ ایک ساعت بھی انسان کو خوش نہیں دیکھ سکتے۔ میرا دل، دکھایا جمادی الاولیٰ کے مہینہ میں اُس نعمت کو سلب کر کے جو میری خوشی کا سرمایہ اور میرے انس و محبت کا مرکز تھی۔ انھوں نے میری شاداب شاخ توڑ ڈالی اور میری آنکھ کی پتلی کو بے نور کر دیا۔ مجھے داغ دیا میرے فرزند کا اور آتش فراق کے شعلے میرے دل و جگر میں بھڑکا دیئے۔ انھوں نے میرے بچے کو ہلال ہونے کے عالم میں غروب کر دیا، اور میرے چمکتے ہوئے ستارہ کی روشنی کو گل کر دیا۔ وہ دس سال کی عمر تک پہونچا تھا اور ہلال اُس کا اب ماہ کامل ہونے کے قریب تھا۔ اُس نے قرآن سورہ مدثر تک حفظ کیا تھا جس کے بعد وہ خاک میں مدثر (چادر اوڑھے ہوئے) ہو گیا۔ مجھے حسرت ہے کہ میں اپنی تمام امیدوں کے برخلاف اُسکے بعد زندہ ہوں۔ کچھ نہ پوچھو کہ میرے خون دل اور آنکھوں سے بہتے ہوئے اشک خونیں کا کیا عالم ہے، خدا کے حوالہ کرتا ہوں اُس جانے والے کو جو میری خوشیاں ساتھ لیتا گیا، اور میری امید اور فریب خیال پر پانی پھیر گیا وہ شب چہار شنبہ ۱۳ر جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۱ھ کو تھی۔ جو میرے نزدیک انتہائی منحوس رات کہی جاسکتی ہے۔ اگر ثواب انسان کا منعم حقیقی کی طرف سے بقدر مصیبت ہوتا ہے تو بے شک میرا ثواب میری اس دائمی مصیبت کے سبب جنت کے سوا نہیں ہے۔ کتاب نسمۃ السحر نایاب

چیز ہے ۔ اس کا قلمی نسخہ عراق کے بڑے مورخ سید حسون براقی کے قلم کا لکھا ہوا، ہم نے نجف اشرف میں دیکھا تھا، اور وہ ہمارے دوست علامہ مرزا محمد علی اوردبادی کے کتبخانہ میں محفوظ ہے ۔

(۲)

(۱۰۸) مولوی سید ہمایوں بخت ابن غلام احمد خاں ابن تاج محمود خاں مرحوم

سید اکبر حسین صاحب امروہوی مرحوم کی کتاب "تاریخ زیدیہ" میں انکا تذکرہ ہے ۔ لکھا ہے ۔ "آں عمدہ دودمان و خلاصہ اقران حافظ قرآن و عالم علم ادیان و منصب دار و موقر پیشگاہ والیان ملک آں زمان بود"۔

(۳)

(۱۰۹) سید عنایت اللہ

مولوی عبد الحکیم سیالکوٹی کے شاگرد سید اسمٰعیل بن قطب عالم بلگرامی تھے ۔ جنھوں نے بلگرام میں مذہب امامیہ کی تبلیغ کی ہے ۔ "تاریخ العلما میں اُن کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ کے شاگرد سید عنایت اللہ صاحب حافظ قرآن اور طبیب حاذق تھے"۔

(۴۲)

علامہ شیخ سلیمان بن عبداللہ البحرینی (۱۱۰۱ھ)

فرقۂ شیعہ کے بہت بڑے عالم اور بلاد بحرین میں مرجع خلائق تھے۔ علامہ مجلسیؒ سے بلا واسطہ روایت احادیث کرتے تھے اور ان سے خود بہت بڑے بڑے علماء کو شرف تلمذ و روایت حاصل ہے۔

شیخ عبداللہ بن صالح بحرانی نے جو اُن کے شاگرد بھی تھے۔ اُن کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

کان هذا الشیخ اعجوبة فی الحفظ والدقة وسرعة الانتقال فی الجواب والمناظرات وطلاقة اللسان لم ار مثله قط وکان ثقة فی النقل ضابطا امام عصره وحیدا فی دهره اذعنت له جمیع العلماء واقر بفضله جمیع الحکماء کان جامعا لجمیع العلوم علامة فی جمیع الفنون حسن التقریر عجیب التحریر خطیبا شاعرا مفوها وکان ایضا فی غایة الانصاف وکان اعظم علومه الحدیث والرجال والتواریخ۔

"وہ قوت حافظہ اور دقت نظر اور حاضر جوابی اور قدرت مناظرہ اور زور تقریر میں اعجوبۂ روزگار تھے۔ میں نے اُن کا مثل نہیں دیکھا۔ وہ نقل روایات

ہیں مستند اور محتاط، اپنے زمانہ کے امام اور اپنے دور کے یکتا تھے۔ تمام علمار نے اُن کو تسلیم کرلیا اور تمام حکمار نے اُن کی فضیلت کا اقرار کرلیا۔ وہ تمام علوم کے جامع تھے اور تمام فنون میں علامہ کا درجہ رکھتے تھے۔ خوش تقریر خوش تحریر تھے، مقرر، شاعر، زبان آور تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مصنف مزاج بھی بہت تھے۔ اُن کے علوم میں سب سے زیادہ نمایاں حیثیت حدیث، رجال اور تاریخ کو حاصل تھی۔

شیخ یوسف بحرینی نے لؤلؤۃ البحرین میں اسے درج کیا ہے اور لکھا ہے کہ خود شیخ سلیمان کے قلم سے حسب ذیل تحریر میری نظر سے گذری ہے۔

کان مولدی فی لیلۃ النصف من شہر رمضان من السنۃ الخامسۃ والسبعین بعد الالف بطالع عطارد وحفظت الکتاب الکریم ولی سبع سنین تقریبا واشہر وشرعت فی کسب العلوم ولی عشر سنین ولم ازل مشتغلا بالتحصیل الی ہذا الآن وہو العام التاسع والتسعون والالف۔

"میری ولادت شب نیمۂ ماہ رمضان سنہ ۱۰۷۵ھ، ستارہ عطارد کے طالع میں ہوئی۔ اور میں نے قرآن حفظ کیا جب کہ میری عمر تقریباً سات برس اور کچھ ماہ کی تھی اور پھر میں نے تحصیل علم کی طرف توجہ کی جب کہ میری عمر دس برس کی تھی۔ اور میں ابھی تک کہ جو سنہ ۱۰۹۹ھ ہے تحصیل علم میں مصروف ہوں۔

یہ عبارت جس کا لؤلؤۃ البحرین میں حوالہ دیا گیا ہے۔ ہم نے خود شیخ سلیمان بحرینی کے اُس رسالہ کے آخر میں دیکھی ہے جو موصوف نے ملا عبد اللہ آفندی مصنف ریاض العلماء کی فرمائش سے حالات علماء بحرین میں لکھا ہے۔ یہ رسالہ ہم کو نجف اشرف میں ملا تھا اور اُسے ہم نے اپنے قلم سے نقل کر لیا تھا جو ہمارے پاس موجود ہے۔

موصوف نے ۱۷ رجب ۱۱۲۱ھ کو انتقال فرمایا۔

(۵)

(۱۱) حافظ سید محمد رضا

ان کے والد سید محمد کا تذکرہ اس کے قبل آچکا ہے۔ سید محمود تبریزی حافظ نے اپنی سند قراءت میں ان کا تذکرہ حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے۔ العالم الحافظ السید محمد رضا وھو قرأ علی ابیہ الحافظ الامجد والنبیل الاوحد السید محمد۔

"انھوں نے حفظ قرآن اپنے والد حافظ سید محمد سے کیا۔"

(۶)

(۱۱۲) حافظ سیّد عبد الفتاح

مذکور الصدر سید محمد رضا کے بھتیجے تھے اور اُنہی سے حفظ قرآن کیا تھا۔ حافظ سید محمود نے ان کا بھی ذکر کیا ہے، اور حسب ذیل الفاظ سے یاد کیا ہے۔ الحافظ الفاضل البارع الکامل العارف بمعارف التنزیل صاحب الورع والصلاح السید عبد الفتاح وھو قرأ علی عمہ الاکرم العالم الحافظ السید محمد رضا۔

تیرھویں صدی

(۱)

(۱۱۳) حافظ سید مہدی

سابق الذکر سید عبد الفتاح کے بیٹے ہیں۔ ان کے پوتے حافظ سید محمود تبریزی نے ان کا ذکر اپنی سند قراءت میں کرتے ہوئے حسب ذیل الفاظ سے یاد کیا ہے۔ الزاھد العابد العامل الحافظ التقی الاکا

السید مهدی حعلہ اللہ من رفقآء جدہ الحسین سبط النبی وهو قرأ علی ابیہ ـــــ السید عبد الفتاح

(۲)

حافظ سیّد محمد تبریزی (۱۱۴)

حافظ سید مہدی کے فرزند۔ ان کے بیٹے میرزا محمود تبریزی نے اپنی سند قرارت میں لکھا ہے۔

انی قرأت القرآن علی سیدی و سندی و والدی و هو العالم المؤید والفاضل المسدد والحافظ المجید الحاج السید محمد حشرہ اللہ تعالیٰ مع جدہ الامجد و هو قرأ علی والدہ الماجد الزاهد العابد العامل الحافظ التقی الآقا السید مهدی۔

(۳)

میرزا محمود حافظ تبریزی (۱۱۵)

ناصر الدین شاہ بادشاہ ایران کے عہد حکومت میں تھے سلطان القراء لقب تھا۔ انھوں نے متعدد کتابیں اپنے فن میں تحریر کی ہیں خزائن القرآن

فی علوم الفرقان، مخزن الآیات فی کشف الکلمات الباہرات۔ مخازن التحف الناصریۃ فی قراءۃ الائمۃ الاثنی عشریۃ۔ جواہر القرآن فی علوم الفرقان بالعربیۃ۔ حل الجواہر خلاصہ فارسی کتاب جواہر القرآن۔

انھوں نے اپنی کتاب جواہر القرآن کے آخر میں اپنا سلسلۂ قرأت تحریر کیا ہے اور لکھا ہے۔

(امّا سند قراءۃ المؤلف فاعلم انی قرأت بھا القرآن علی سیدی وسندی ووالدی وھو العالم المؤید الخ

میں نے قرآن اس قرأت کے ساتھ حفظ کیا ہے اپنے سید آقا و الد حافظ سید محمد طاب ثراہ سے"۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔ ایران میں طبع ہو گئی ہے۔

(۳۴)

نواب مرزا ببر علی خاں (۱۱۶)

شجاع الدولہ کی نسل سے، نواب اور نواب زادہ تھے۔ ان کے والد کا نام نواب محمد علیخاں تھا۔ اُس زمانہ کے رؤسا بھی علم و ہنر اور اکثر فنون فضل و کمال سے بے بہرہ نہ رہتے تھے۔ مرزا ببر علیخاں نے علم قرارت اور تجوید کی طرف توجہ کی۔ اُن کا ایک رسالہ قرأت و تجوید کے متعلق

"منازل الفرقان" نام مطبع اثنا عشری لکھنؤ میں طبع ہوا تھا۔ اس پر ہمارے جد مغفور سید العلماء سید محمد ابراہیم فردوس مکان طاب ثراہ کی تقریظ بھی ہے۔ اس رسالہ کے خاتمہ میں مصنف نے اپنی سند قرأت ذکر کی ہے جو درج ذیل ہے۔ اسی سے ان کے حفظ قرآن کا پتہ چلتا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۳۱-۳۲ رسالہ مذکورہ۔

"اب کچھ سند قرأت اس فقیر کثیر التقصیر کی بھی تحریر کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ابتدائے سن بلوغ ۱۲۴۳ھ سے شوق ذاتی تحصیل علوم کا ہوا اور ہر اہل ہنر سے سیکھا۔ چنانچہ جب نوبت علم قرأت کی آئی اور جانا کہ بدون اس کے نماز لباس صحت سے عاری ہے۔ لہٰذا خدمت سراپا برکت اور صحبت فیض موہبت میں جناب ملکی صفات معلی القاب آفتاب عالمتاب قدوۃ السالکین عزۃ العارفین الکاملین برگزیدۂ حضرت رب العالمین، قبلہ و کعبہ دوجہان اُستاذ سترو علن جناب سید حسن صاحب خلف الصدق جناب غفرانمآب سید دلدار علی صاحب مجتہد العصر کی کہ زبان بیان ایک شمۂ اوصاف پاک سے اُن کے عاجز و قاصر ہے۔ اگر زہد اور ورع یا عبادت اور ریاضت اُن حضرت کی لکھوں تو دفاتر بسیار میں سمائے۔ کمال تقدس ذات پاکیزہ صفات، عالم بعلوم ربانیہ، عارف بمسائل دینیہ و شرعیہ بطریق امامیہ علم قرأت میں کامل تجوید و ترتیل بالکل حاصل۔

بہرہ یاب ہوکر اس علم کو شروع کیا۔ بعد اس کے گردش دہر بے مہر اور وفات سے ایسے اُستاد کامل کے داغ غم والم دل پر سہا اور اٹھایا صحبت یکتائے زمان پیشوائے قاریان جہان، عابدٌ زاہدٌ متورعٌ جناب فیض مآب قاری مرزا محمد علی تبریزی، کہ اس طرح کا قاری روئے زمین پر دوسرا نہ دیکھا اور نہ سنا۔ بہمہ صفت موصوف۔ خوشرو خوش جمال، جوان صالح۔ علم قرأت میں کمال، علامۂ زمان، صرف ونحو میں یگانۂ دوران حاضر ہوکر نکات اور دقائق اس علم کے حاصل کئے، اس عرصہ میں کہ تا حال قریب ستر کے عمر ہوئی علم فقہ اور مسائل دینیہ اور صرف ونحو۔ اور علاوہ منطق اور فارسی تمام وکمال اور فنون غریبہ کہ بیان اُس کا بے فائدہ جان کر ترک کیا، حاصل کرکے عازم بیت اللہ الحرام ہوا، اور وہاں سے مدینہ مشرفہ زاد اللہ شرفہا، اور زیارات عتبات عالیات اور مشاہد ائمہ زاکیات۔ بتیرہ معصوم کی زیارات سے مشرف اور فائز المرام ہوکر عزلت اور تجرّد کو تعلق پر اختیار کیا۔ اس حال میں کلام اللہ سب تمام وکمال من اوّلہ الی آخرہ حفظ اور از بر کیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ جو جو مدنظر تھا وہ سب حیز قوت سے فعل میں آیا۔"

(۵)

(۱۱۷) حاجی حافظ امداد علی صاحب

کتاب تاریخ العلماء میں بذیل حالات مولانا گلشن علی صاحب جونپوری اعلی اللہ مقامہ لکھا ہے کہ آپ کے تلامذہ بہت ہوئے۔ ان میں حاجی حافظ مولوی امداد علی صاحب پیشنماز کا نام بھی درج کیا ہے۔

مولانا گلشن علی صاحب کی وفات سنہ ۱۲۹۱ھ میں ہوئی ہے۔

(۶)

(۱۱۸) حافظ شیخ محمد علی صاحب بنارسی

تاریخ العلماء میں مولانا گلشن علی صاحب مرحوم کے تلامذہ میں ان کا نام بھی درج کیا ہے۔

ان کے حالات کچھ معلوم نہیں ہیں۔

میرزا جمال اصغر

(۷)

(۱۱۹) حاج ملا علی بن میرزا خلیل طہرانی

اکابر مجتہدین شیعہ اور علمائے نجف اشرف سے تھے۔ صاحب جواہر

وغیرہ سے تحصیل علم کی۔ اور فقہ، حدیث، رجال میں یگانۂ روزگار ہوئے۔
آقا شیخ علی کاشف الغطاء نے کتاب "حصون منیعہ فی طبقات الشیعہ" میں ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ اُس کا ضروری اقتباس حسب ذیل ہے جس سے اُن کے حفظ قرآن کا ثبوت ملتا ہے۔

كان رحمه الله اوحديا في علم الرجال مولعا بالعبادة حافظا التمام الصحيفة الكاملة وكثير من الادعية وكان يطيل القنوت في الصلوة وكلما يعترضه بعض المامومين يجيب من طال قنوته قل وقوفه بين يدي ربه وكان مواظبا على ان يصلي نافلة المغرب بصورة صلوة جعفر الطيار وكان حافظا لكلام الله المجيد لكثرة تلاوته۔

"وہ علم رجال میں یگانہ، عبادت کے دلدادہ، اور تمام صحیفہ کاملہ اور اکثر دعاؤں کے حافظ تھے۔ نماز میں قنوت بہت طولانی پڑھتے تھے، اور جب کوئی شخص ماموین میں سے آپ سے اس کی شکایت کرتا تھا تو فرماتے تھے کہ جس کا قنوت طولانی ہوگا اُس کو بارگاہ الٰہی میں (حساب کے موقع پر) ٹھہرنا کم پڑے گا۔ آپ کی عادت تھی کہ نافلۂ مغرب کو بصورت نماز جعفر طیار پڑھتے تھے، اور قرآن مجید کی آپ نے اتنی زیادہ تلاوت کی تھی کہ حافظ قرآن ہو گئے تھے۔"

مورّخ سید حسون برقی نے کتاب "معدن الشرف" میں لکھا ہے کہ "انّہ کان حافظا للتوریۃ والانجیل" "وہ توریت اور انجیل کے بھی حافظ تھے۔"

آپ کی ولادت ۱۲۲۶ھ میں اور وفات ۱۲۹۷ھ میں واقع ہوئی۔

(۸)

(۱۴۰) حافظ مفتی انور علی صاحب

آپ صرف حافظ قرآن نہیں بلکہ عالم دین بھی تھے۔ جناب سید العلماء مولانا سید حسین علیین مکان طاب ثراہ سے فقہ و اصول کی تعلیم حاصل کی اور ۱۲۶۱ھ میں جبکہ اودھ کے مختلف مقامات کے لئے مفتیان مذہب شیعہ کی تقرری ہوئی، جو موافق شریعت فیصلہ کریں تو موصوف بھی اس سلسلہ میں منصب افتا پر مقرر کئے گئے۔

وہ بارہ آدمیوں کی فہرست تھی جس میں، سب سے پہلے حافظ انور علی صاحب کا نام تھا، اور آخر میں مولوی سید ضامن علی صاحب بڈولوی کا۔

کسی نے دیکھکر کہا کہ یہ فہرست بہت مبارک ہے کہ اس میں شروع ہی میں اللہ کی حفاظت موجود ہے۔ جناب سید العلماء نے تبسم کے ساتھ فرمایا" اور آخر میں امام ضامن کی ضمانت بھی ہے۔"

تاریخ العلماء میں ہے کہ "آپ گیارہ سال سلطان پور اور ٹانڈہ میں اصدر رہ کر اور اور پر مقرر رہے، اور اس طرح سے فیصلے کیے کہ کسی کو موقع شکایت کا نہ ملا۔ ایک مرتبہ آپ نے راجہ مان سنگھ کی دربار شاہی میں شکایت کردی کہ مقدمات مرجوعہ میں بے توجہی کرتے ہیں اور امداد نہیں دیتے تو فرمان شاہی جاری ہوا کہ "عزیز القدر راجہ مان سنگھ بعافیت باشند۔ از اشتعال قہر سلطانی ایمن نباشند و شکوہ و شکایت مفتی حافظ انور علی درحق خود مؤثر دانند"۔

غدر کے بعد آپ اپنے وطن "تھانہ بھون ضلع مظفر نگر" میں جاکر مقیم ہوگئے تھے۔ اور شعبان ۱۲۹۷ھ میں وہیں انتقال کیا۔

آپ کی ولادت ۱۲۳۳ھ میں تھی۔ ۱۲۴۴ھ میں قرآن حفظ کیا اور حفاظ کے مجمع میں پڑھ کر سنایا۔ ۱۲۴۹ھ میں بغرض تحصیل علم دہلی گئے اور شاہی مدرسہ میں داخل ہوکر مقدمات کی تکمیل کی۔ اور ۱۲۵۶ھ میں دہلی سے لکھنؤ گئے۔

۱۲۶۱ھ میں بعہدہ افتا مقرر ہوئے۔ ۱۲۷۲ھ میں جب انتزاع سلطنت ہوا تو آپ معزول کئے گئے اور اسکے بعد ۲ سال اپنے وطن میں گذارے۔

ایک رسالہ تحقیق نجاست میت اور ثبوت حفاظ قرآن شریف کے بارے میں جناب سلطان العلماء مولانا سید محمد رضوانمآب طاب ثراہ کا پڑاہے

زمانہ کا چھپا ہوا ہمارے پاس موجود ہے۔ جس پر لکھا ہے۔۔ "الحمد للہ کہ رسالہ تحقیق نجاست میت و رسالہ ثانی ثبوت حفاظ قرآن شریف ہر شیعیان اہلبیت علیہم السلام من فتاوائے جناب ملائک آب قدسی القاب فخر الاولین سند الآخرین، کہف المجتہدین، افضل المتکلمین حضرت مولانا سلطان العلماء سید محمد رضوان مآب بتصحیح فاضل جلیل متبحر نبیل، زبدۃ اقران و عمدۃ معاصران البارع المتوقد الذکی الصالح الورع المتقی مولوی سید علی نقی مدرس کیننگ کالج لکھنؤ زید فی اکرامہم در مطبع احمدی باہتمام مرزا آغا علی طبع شد"۔ اس میں شروع کے تو صفحے تو مسئلہ نجاست میت سے متعلق ہیں۔ اور آخر کے چار صفحوں میں حفظ قرآن کے متعلق ایک تبصرہ ہے

اس میں اس خیال کو غلط ثابت کرتے ہوئے کہ شیعوں میں حفاظ قرآن نہیں ہوتے، بارہ آدمیوں کی فہرست درج کی گئی ہے جو اس زمانہ میں حفظ قرآن کے وصف سے متصف تھے۔ اس میں سب سے پہلا نام حافظ انور علی صاحب مرحوم کا ہے، اور لکھا ہے کہ "فرقۂ حقہ شیعہ سے مخفی حافظ سید انور علی صاحب اس شہر میں تشریف رکھتے ہیں"؟

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میں آپ لکھنؤ ہی میں موجود تھے۔

سنہ ۱۲۹۴ھ میں قصبہ گرداؤں کے ایک اثنا عشری رئیس چودھری شرف الدین صاحب نے شیعوں میں حفظ قرآن کے مسئلہ کو ابھارا، اور یہ ظاہر کیا کہ شیعوں

کوئی حافظ قرآن نہیں ہو سکتا۔ مولانا سید علی حسن صاحب جائسی اعلی اللہ مقامہ، جو ممتاز العلماء سید تقی صاحب قبلہ جنت مآب کے شاگرد اور جائس کے مستند عالم تھے، انھوں نے سید مومن جان صاحب کے نام ایک تفصیلی مکتوب تحریر فرمایا جسمیں شیعی حفاظ قرآن کی فہرست مذکورۂ بالا جناب سلطان العلماء کے رسالہ کے مطابق تحریر فرماتے ہوئے سب سے پہلے مفتی حافظ انور علی صاحب کا نام لکھا تھا۔

نگراؤں کے سُنی عالم مولوی عبد العلی صاحب نے اس مکتوب کے جواب میں ایک مضمون تحریر کیا تھا جس میں حافظ صاحب کے نام کے اوپر لکھا کہ "سکونت و سراغ ایں حضرت مرقوم نفرمودند معلوم نیست کہ موجبش چیست"۔

مولوی سید احمد رضا ابن سید محمد رضا ابن جناب سید غلام محمد صاحب بخاری جائسی نے، جو مولانا علی حسن صاحب مرحوم کے شاگرد تھے، ایک رسالہ ذکر الحافظ کے نام سے تحریر کیا جو "گلشن فیض" نامی مطبع میں شائع ہوا۔ اس میں مذکورہ بالا مضمون کا جواب دیتے ہوئے حافظ انور علی صاحب کی نسبت تحریر کیا ہے۔

"چونکہ ایشاں از مشاہیر حفاظ و صاحب منصب والا و منصوب بعہدہ افتخار در ملک از دہ تردہ اند و از نام و نشان ایشاں اکثر مردم و قرنے

داشتند۔ لہذا اکتفا بر اسم سامی ایشاں کردہ شد"۔

(۹)

(۱۲) میرزا محمد تقی خاں صاحب فیض آبادی

جناب سلطان العلماء طاب ثراہ کے رسالہ حفاظ قرآن کی فہرست میں بارھواں نام ان کا ہے، لکھا ہے "حافظ محمد تقی خاں صاحب فیض آباد میں ہیں"۔ مولوی علی حسن صاحب مرحوم نے بھی اپنے مکتوب میں لکھا ہے "حافظ محمد تقی خاں صاحب در فیض آباد"۔

ذکر الحافظ ص ۲۱ میں ہے: "حفاظ ہم دریں فرقۂ ناجیہ نبوی موجود اند کہ نظرائے آں در سنیان ایں ناحیہ مفقود اعنی اگر سلسلہ قرأت کدامی سورہ از دست حفاظ سنیاں رفت تا وقتیکہ از سر نگیرند بازا تمامش میسر نمی شود و بیان ایں معنی کہ کدام آیت در کدام سورہ است و کدام لفظ در چند جا واقع شدہ از آنہا در غایت اشکال بلکہ محال میگردد و بحمد اللہ ایں نقص را شیعیان برداشتہ بفضلہ تعالیٰ کمالے بہم رسانیدہ اند کہ در تمام سورہ محتاج بقائے سلسلہ نیستند و در نشان دادن آیات و بیان وقوع الفاظ مکررہ علاوہ بر حفظ قرآن مجید مہارت تامہ دارند۔ چنانچہ عمدۃ القراء مرزا محمد تقی صاحب فیض آبادی بین الفریقین درایں کمال مشہور و اوصاف

لسان بر السنۂ جمہور مذکور است

صفحہ ۱۴۲ میں ہے، "ببینید کہ انجام کار اہل فرنگی محل وغیرہ از اہلسنت کہ مکذب وجود حفاظ بودند چہ شد کہ چگونہ بمقابلہ مرزا محمد تقی صاحب فیض آبادی ہنگام امتحان منفعل و خجل شدند"۔

(۱۰)

(۱۲۳) حافظ محمد سبحان اللہ صاحب

رسالۂ حفاظ سلطان العلماء میں ہے "حافظ محمد سبحان صاحب ٹانڈہ میں"، مولوی علی حسن صاحب جائسی لکھتے ہیں "حافظ محمد سبحان اللہ در باندہ"۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ "ٹانڈہ" اور "باندہ" میں کونسا کلمہ چھاپہ کی غلطی اور کونسا صحیح ہے۔

(۱۱)

(۱۲۴) حافظ مرزا حمید بیگ

سلطان العلماء کے رسالہ میں ہے "حافظ مرزا حیدر بیگ صاحب سہارنپور میں"۔ مولانا علی حسن صاحب کے یہاں ہے "حافظ مرزا حید ربیگ صاحب در سہارنپور"۔

(۱۲)

حافظ ولی محمد (۱۲۴۴ھ)

جناب سلطان العلماء لکھتے ہیں "حافظ ولی محمد صاحب نانوتہ میں"۔
مولانا علی حسن صاحب کے یہاں ہے۔ "حافظ ولی محمد در بانونہ"
یہ غالباً چھاپہ کی غلطی ہے۔ صحیح "نانوتہ" ہے۔

(۱۳)

حافظ عابد علی (۱۲۵ھ)

سلطان العلماء فرماتے ہیں "حافظ عابد علی صاحب میرٹھ میں"۔
مولوی علی حسن صاحب نے لکھا ہے "حافظ عابد علی صاحب میرٹھی"۔

(۱۴)

حافظ محمد حسن (۱۲۶ھ)

سلطان العلماء طاب ثراہ کے رسالہ میں ہے "حافظ محمد حسین صاحب منگلور میں"۔
مولانا علی حسن صاحب کے یہاں ہے "حافظ محمد حسن صاحب در منگلور"
یہاں بھی چھاپہ کی بے اعتدالی سے اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔

(۱۵)

(۱۲۷) پسر حکیم مظفر حسین صاحب

جناب سلطان العلماء کے بیان سے "پسر حکیم مظفر حسین صاحب سہارنپوری" مولانا علی حسن صاحب لکھتے ہیں "حافظ پسر حکیم مظفر حسین صاحب در سہارنپور"

(۱۶)

(۱۲۸) حافظ خیرات علی

جناب سلطان العلماء تحریر فرماتے ہیں "حافظ خیرات علی لکھنوی مفتی گنج میں" مولانا علی حسن صاحب نے لکھا ہے "حافظ خیرات علی صاحب در لکھنؤ محلہ مفتی گنج۔"

(۱۷)

(۱۲۹) حافظ غلام رضا

سلطان العلماء لکھتے ہیں "حافظ غلام رضا بھی اسی شہر میں موجود ہیں" مولانا علی حسن صاحب فرماتے ہیں "حافظ غلام رضا صاحب در لکھنؤ"

(۱۸)

حافظ فیض اللہ (۱۳۰۰)

جناب سلطان العلماء فرماتے ہیں "حافظ فیض اللہ صاحب قصبہ میمن میں"۔
مولوی تجلی حسن صاحب نے لکھا ہے "حافظ فیض اللہ صاحب در میمن"۔

افسوس ہے کہ ان حضرات کے حالات اور زمانۂ وفات ابھی تک ہم کو معلوم نہیں ہو سکے۔ بہت ممکن ہے کہ ان میں سے بہت سے حضرات ہمارے معیار کے مطابق چودھویں صدی سے تعلق رکھتے ہوں۔

جیسا کہ اسی فہرست میں "حافظ جعفر علی جارچوی اعلی اللہ مقامہ" کا نام بھی ہے، لیکن ان کا زمانۂ وفات ہم کو معلوم ہو چکا ہے، اس لیے چودھویں صدی ہجری میں انکا تذکرہ نذر ناظرین ہوگا۔



چودھویں صدی ہجری

(۱)

ملا منظر علی طالقانی (و ۱۳۰۶)

"المآثر والآثار" مطبوعہ ایران ص ۱۷۴ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ "این عالم عامل وفقیہ فاضل، حافظ قرآن ومقیم طہران ومفخر ایران بود۔" ۱۳۰۶ھ میں مشہد مقدس امام رضاؑ میں انتقال کیا۔

سید محمد مہدی موسوی کی کتاب "احسن الودیعۃ فی تراجم علماء الشیعہ"[1] میں بھی اسکو نقل کیا گیا ہے۔

(۲)

شاہزادہ میر محمد حسن علیخاں (و ۱۳۰۱)

ابن میر محمد نصیر خاں بہادر تالپور والی حیدرآباد سندھ

علم دوست وعلم پرور، صاحب فضل وعلم رئیس تھے۔ بادری فندر عیسائی

---

(۱) مطبوعہ بغداد ص ۱۱۳

کی کتاب "میزان الحق" کی رد میں ایک ضخیم کتاب "لسان الحق" کے نام سے لکھی، جو نیو امپیریل پریس لاہور میں طبع ہوئی ہے۔ اس کتاب کے ٹائٹل پیج پر مصنف کتاب کے تعارف کی حیثیت سے جو عبارت درج ہے وہ حسب ذیل ہے:

"مقدس، فاضل، عالم کامل، صاحب لسان الصدق و بیان الحق حافظ قرآن سرکار شہزادہ سید محمد حسن علیخاں والی حیدرآباد سندھ"

(۳)

(۱۳۴) قاری حافظ جعفر علی صاحب جارچوی

مشہور قاری و حافظ، عالم دین تھے۔ تاریخ العلماء میں ان کا تذکرہ بہت تفصیل کے ساتھ ہے۔

آپ جارچہ ضلع بلند شہر میں متولد ہوئے۔ ابتدائی کتابیں وہاں ہی پڑھیں پھر لکھنؤ آکر تحصیل علم میں مشغول ہوئے۔ انتہائی کتابیں جناب سید العلماء علیین مکان سے پڑھ کر فارغ التحصیل اور درجہ فضل و کمال پر فائز ہوئے۔

علم قرأت میں آپ قاری میرزا محمد علی اصفہانی تبریزی کے شاگرد تھے جو ایران سے آکر لکھنؤ میں مقیم ہوئے تھے۔ ان کا تذکرہ نواب میرزا ببر علیخاں کے خود نوشت حالات میں اس کے قبل درج کتاب ہو چکا ہے۔

آپ نے اس فن میں اتنی ترقی کی کہ یگانۂ روزگار سمجھ لئے گئے۔ علامہ کنتوری

طاب ثراہ نے اپنی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ جب میں لکھنؤ میں تھا تو جناب قاری حافظ مولوی سید جعفر علی صاحب لکھنؤ تشریف لائے اور میرے خاندان سے اُن کو خصوصیت زیادہ تھی، اور جلسۂ قرأت جناب ممتاز العلماء کے مکان پر قرار پایا، اور اُس میں علماء و مجتہدین لکھنؤ و طلاب اکثر رونق افروز تھے۔ تو آپ نے سورۃ الدہر اور سورۃ الرحمٰن کو بقرأت حسنہ پڑھا، اور ابتدا لسکون جو خاص اُن کا کام تھا ادا فرمایا"۔

جناب سلطان العلماء کے رسالہ حفاظ قرآن میں اُن کا تذکرہ بایں الفاظ ہے "مولوی سید جعفر علی صاحب قاری و حافظ کلام اللہ جارچہ میں"۔

مولوی علی حسن صاحب نے لکھا ہے "مولوی جعفر علی صاحب حافظ و مدرس مدرسہ دہلی ساکن جارچہ"۔

سنہ ۱۳۱۲ھ میں بعمر ۴۸ سال تقریباً انتقال فرمایا۔

آپ کے صاحبزادہ جناب مولانا سید عباس حسین صاحب معلم دینیات اسلامیہ یونیورسٹی علیگڈھ تھے، جن کا تذکرہ اس کتاب میں آئندہ آئیگا۔

(۴۴)

حاج مرزا محمد حسین شہرستانی (۱۳۴۴ھ)

گذشتہ آخری دور کے بڑے مجتہد، کربلائے معلّےٰ میں مرجع خلق، جامع علوم

وکمالات تھے۔ شب پنجشنبہ ۵ ارشوال سنہ ۱۲۵۶ھ کرمانشاہ (ایران) میں متولد ہوئے، اور نشو و نما کے ساتھ ابتدائی کتابوں کی تحصیل بھی وہیں کی۔ ۱۲ سال کی عمر میں کربلائے معلیٰ آئے، اور درسی کتابوں کی تکمیل کر کے اصول فقہ، منطق و فلسفہ، ریاضی، نجوم وغیرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ تصنیف و تالیف کا ذوق فطری تھا۔ ابتدا ہی سے ہر علم میں کتابیں لکھنا شروع کیں، اور صاحب تصانیف کثیرہ ہوئے علم اصول کی آخری کتاب "غایۃ المسئول" لکھی جو ایران میں طبع ہو چکی ہے۔

اسکے بعد آپ نے پوری توجہ علم فقہ کی طرف صرف کر دی، اور درس سطحی اور درس خارجی کے طور پر مسائل شرعی کی تحقیقات کو پایہ تکمیل تک پہونچایا، اور بہت سی کتابیں اس سلسلہ میں تصنیف کیں۔

انھوں نے خود اپنی کتاب کشکول (زوائد الفوائد) میں اپنے حالات لکھتے ہوئے اس موقع پر تحریر کیا ہے۔ وحفظت القرآن العظیم فی خلال ذالک۔

"میں نے اس دوران میں قرآن مجید بھی حفظ کیا"۔

۲ ارشوال سنہ ۱۳۱۵ھ کو انتقال کیا، اور رواق حرم حضرت سید الشہدا میں اپنے خاص خاندانی مقبرہ کے اندر دفن ہوئے۔

(۵)

شیخ صالح نجفی

(۱۳۵)

نجف کے زاہد، متقی و عرب شاعر تھے۔ شیخ محمد بہاء الدین صدر الشریعۃ کی کتاب "فوائد بہائیہ" (مطبوعہ ایران ص۱۶) میں لکھا ہے۔

من الاخیار المقدسین المخلصین للائمۃ المعصومین الطاہرین حافظ القرآن العظیم المبین ومن الزھاد العباد ذو العلم والسداد لہ قصیدۃ فی مدح النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم عارض بہا قصیدۃ بانت سعاد اولہا

مالی ولی کبد بہا متبول ودم نصاودم لحظہا مطلول

اشکو وتمنعنی راشکو فعلہا وتمیل بی فامیل حیث تمیل

وہ نیک، مقدس، محب اہلبیت، بڑے پرخلوص انسان اور حافظ قرآن مجید تھے۔ زہد و تقویٰ اور عبادت کے ساتھ ساتھ اہل علم میں محسوب ہوتے تھے۔ اُن کا حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ ہے جو قصیدہ بانت سعاد کے طرز پر ہے۔ اُسکے ابتدائی دو شعر یہ ہیں جو اصل عبارت میں درج ہوئے۔

(۶)

شیخ محمد حسین مروّہ عاملی (۱۳۰۹)

مجلہ "العرفان" صیدا (ملک شام) ج ۴ ص ۵۹ میں اُن کے نام کیساتھ لکھا ہے۔

المشتھر بالحافظ احفظ حفاظ عصرہ توفی سنہ ۱۳۲۶ھ۔

"وہ "حافظ" کے نام سے مشہور تھے اور اپنے زمانہ کے تمام حافظوں میں سب سے بہتر تھے۔ بسنہ ۱۳۲۶ھ میں اُن کا انتقال ہوا۔"

(۷)

شیخ حسین بصیر حلّی (۱۳۰۲ھ)

عراق عرب کے بڑے شاعر اور مسلم اُستاد تھے۔ قدرت کی طرف سے وہ نابینا پیدا ہوئے تھے، اور اسی لئے ملافہ تضاد کے طور پر وہ "بصیر" (بینا) کہے جاتے تھے۔

"حصون منیعہ فی طبقات الشیعہ" میں اُن کا تذکرہ ہے اور لکھا ہے۔

ولد فی الحلۃ الفیحاء ۱۲۱۶ھ ونشأ بین ادبائھا وتخرج علی الشعر ونظم شعرا ملیحا فصیحا وکان یعبر عنہ ببشار الفیحاء وکان عالی النفس

قوی الحافظة سریع البدیهة وحفظ القرآن وهو ابن ثلثة عشر سنة ثم قرأ العربیة وغیرها علی العالم الفاضل الشیخ محمود سماکة و حضر الفقه والاصول علی العلامة السید محمد القزوینی وکان قد جمع دیوان شعره علی عهد حیوته وکان یحسن الاستعارة ومات بانها ۱۳۲۹ھ ولو عاش قلیلا لکان لہ شان کبیر وشعر کثیر فی علم الادب ونقل بعد وفاته الی النجف ودفن فی الغری۔

"۱۲۹۶ھ میں حلہ میں ولادت ہوئی، اور ادبا رحلہ کی صحبت میں نشوونما پائی۔ اور قوت سامعہ کی امداد سے فارغ التحصیل ہوئے، اور پر کیف وذائقہ اشعار نظم کرنے لگے۔ لوگ انھیں حلہ کا بشار کہتے تھے (بشار بن برد شاعر بھی نابینا تھا) وہ بلند ہمت، بڑے تری حافظہ والے بدیہہ گو شاعر تھے۔ ۱۳ برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔ پھر شیخ محمود سماکہ سے درسی کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔ اور علامہ سید محمد قزوینی سے فقہ واصول کا درس لیا۔ انھوں نے اپنے اشعار کا دیوان زندگی ہی میں مرتب کر لیا تھا۔ استعارات کی نظم میں انھیں خاص طور سے مہارت تھی۔ انھوں نے جوانی ہی کی عمر میں ۱۳۲۹ھ میں انتقال کیا۔ اگر وہ کچھ اور زندہ رہتے تو بڑے درجہ پر فائز ہوتے۔ اور علم ادب میں اُن کے اشعار کا بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ انتقال کے بعد اُن کی لاش کو نجف اشرف کی طرف لایا گیا اور یہاں دفن ہوئے۔

(۸)

مولانا حکیم فرمان علی صاحب مرحوم

(۱۳۴۸

اپنے ترجمۂ قرآن کی بدولت تعارف سے مستغنی ہیں۔

آپ کا وطن چندن پٹی ضلع دربھنگہ تھا تحصیل علم کے لیے لکھنؤ آئے۔ اور لکھنؤ کی مشہور علمی درسگاہ مدرسۂ ناظمیہ میں تحصیل علم کر کے ۱۳۱۲ھ میں ممتاز الافاضل کی سند کو حاصل کیا۔

آپ کی ذات مدرسۂ ناظمیہ کے اُن بے نظیر افاضل میں سے تھی جو مدرسہ کے علمی کارناموں کی مثال میں سب سے پہلے ذکر کیے جاسکتے ہیں۔

آپ نے زمانہ طالب العلمی ہی میں جبکہ لکھنؤ میں تھے، ایک مذہبی مباحثہ کے سلسلہ میں پانچ مہینہ کی قلیل مدت میں پورا قرآن مجید حفظ کر کے عام مجمع میں سُنا دیا، اور کمال قوت حافظہ اور مصروفیت درسی کا ثبوت پیش کیا۔

آخر میں آپ مدرسہ سلیمانیہ پٹنہ کے مدرس اعلیٰ ہو گئے تھے اور اس طرح طلاب کو فیوض پہونچاتے تھے۔ نیز ضرورت زمانہ کے مطابق آپ نے طلاب کے لیے درسی کتابیں بھی اردو زبان میں تحریر فرمائی ہیں جو شائع ہو چکی ہیں۔

۱۳ رجب سنہ ۱۳۴۸ھ کو انتقال فرمایا۔ اور اپنے کثیر حلقۂ احباب نیز قدر شناسان علم کے دلوں پر اپنے علمی کمالات کا ایک گہرا نقش چھوڑ کر خود

عالم جاودانی کی طرف رحلت کی۔

(۹)

(۱۳[illegible]) حافظ مہدی حسن صاحب

کرانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے۔ مولانا سید محمد عوض صاحب فاضل مدرسہ عالیہ نے اپنے وطن ننکار پور جاکر ایک مدرسہ قائم کیا تھا، جس میں ایک درجہ حفظ قرآن کا بھی کھولا تھا۔

اس مدرسہ میں حافظ مہدی حسن صاحب مدرس مقرر ہوئے۔

ان کا تذکرہ ہمارے بزرگ دوست مولانا حافظ کفایت حسین صاحب کے سلسلۂ حالات میں اسکے بعد آئے گا۔

(۱۰)

([illegible]) حافظ سید غلام حسین صاحب

مدرسہ ننکار پور قائم کردہ مولانا محمد عوض صاحب میں حافظ مہدی حسن صاحب کے بعد یہ مدرس ہوئے۔ ان کا ذکر بھی آیندہ حافظ کفایت حسین صاحب کے حالات میں نظر سے گذرے گا۔

(۱۱)

حافظ صادق حسین صاحب (۱۳۴۲)

ان کے صاحبزادہ مولوی میرزا محمد علی صاحب واگھر بجی صوبۂ سندھ میں پیشنماز ہیں۔ موصوف نے اپنے والد ماجد مرحوم کے حالات بسلسلۂ تذکرۂ حفاظ تحریر فرما کر ہمیں خاص طور سے روانہ کئے، جنھیں ہم موصوف کے شکریہ کے ساتھ درج ذیل کرتے ہیں۔

”جناب موصوف فارسی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے، اور عربی میں بھی اچھی قابلیت تھی۔ پیشنماز تھے۔ اردو فارسی میں فن شعر گوئی میں بھی بہت اچھا ملکہ تھا۔ تاریخ اردو، فارسی، عربی خوب کہتے تھے۔ موصوف نے جس قدر علم حاصل کیا تھا وہ اپنے والد صاحب قبلہ زبدۃ الحکما مولانا مولوی حکیم امداد حسین صاحب مرحوم سے ہی حاصل کیا تھا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے اور ساکنان سانکھنی ضلع بلند شہر کی خواہش پر موصوف نے اپنے وطن مالوف (یعنی سانکھنی) ہی میں مدرسہ دینیات قائم فرمایا، جس کے موصوف عرصہ بیس سال تک معلم رہے، اور معلمی ہی کی حالت میں حفظ قرآن مجید کا شوق ہوا۔ طلبہ کے درس سے فارغ ہو کر ایک دو رکوع روزانہ یاد کر لیا کرتے تھے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ تمام قرآن یاد کر لیا۔ آپ کو ایک دو سنی حافظوں سے بھی مناظرہ درپیش ہوا۔

جس میں سُنی حافظوں کو شکست فاش نصیب ہوئی۔ عرصہ ۲ سال کے بعد
جب مدرسہ سانگھڑ کی حالت قابلِ اطمینان نہ رہی تو آپ جناب حاجی غلام علی
صاحب مدیر اخبار راہ نجات (رہاونگریم) کے طلبیدہ صوبہ سندھ میں آکر ملازم ہوئے
جب آپ کی حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی، تو حاجی صاحب نے بھی آپ کے
حفظ قرآن کا امتحان لیا، اور آپ کو میرپور بٹھورہ ضلع کراچی میں بغرض تبلیغ و
پیشنمازی مقرر کیا۔ میرپور بٹھورہ میں پہنچکر موصوف نے مدرسہ قائم کیا، اور
ایک عرصہ تک درس و تدریس فرماتے رہے۔ اطراف سندھ میں یہ اعتراض
بڑے شد و مد کے ساتھ کیا جاتا تھا کہ شیعوں میں حافظ نہیں ہوتے۔ جب
مولانا سندھ میں تشریف فرما ہوئے تو ہر چہار طرف سے آپ کی آمد کی شہرت ہوئی
کیونکہ اسکے قبل سندھ میں نہ کوئی شیعوں کا حافظ تھا نہ عالم۔ شیعوں نے
اعلان کیا کہ اگر کوئی حافظ مناظرہ کرنا چاہے تو میدان مناظرہ میں آئے، مگر
کوئی نہ نکلا۔ اگر نکلا تو آپ کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد آپ ڈگری
تحصیل جیس آباد سندھ میں تبدیل ہو کر تشریف لائے، اور یہاں مدرسہ
جاری فرمایا، اور چھ سات سال تک یہاں قیام رہا۔ سنہ ۱۳۳۲ھ میں بیمار
ہو کر وطن تشریف لے گئے۔ جب مرض سے کچھ صحت ہوئی تو ڈگری کے نزدیک
ایک گاؤں ہے جو شیر شاہ کوٹ کے نام سے موسوم ہے، وہاں پیشنمازی کی ضرورت
محسوس ہوئی اور موصوف طلب کئے گئے۔ چنانچہ تین چار برس وہاں قیام پذیر

رہے۔ سنہ ۱۳۲۲ھ میں نہایت ہی ضعف و اضمحلال کی حالت میں زیارت عتبات عالیات کو روانہ ہوئے، اور بعد ختم زیارت کربلا سے دوسرے اسٹیشن پر جہاں گاڑی تبدیل ہوتی ہے، انتقال فرمایا۔ لاش کربلا واپس پہونچائی گئی اور وہاں مدفون ہوئے۔

(۱۴۲)

(۱۴۲) شمس العلماء مولانا عباس حسین صاحب

(مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے مشہور و معروف ناظر دینیات شیعہ جنکے انتقال کے بعد جناب مولانا یوسف حسین صاحب قبلہ امروہوی اُس جگہ پر مقرر ہوئے تھے۔

آپکے والد ماجد حافظ جعفر علی صاحب جارچوی کا تذکرہ اس کے قبل آچکا ہے۔

تاریخ العلماء میں ہے کہ آپ فن قرأت میں بھی اپنے والد کے شاگرد تھے اور وحید عصر و فرید دہر تھے۔ اسکے علاوہ آپ حافظ قرآن بھی تھے۔

۲۸ جولائی سنہ ۱۳۲۶ء کو تقریباً پچاسی سال کی عمر میں انتقال کیا۔

(۱۳۱)

(۱۳۳) ## حافظ فیاض حسین صاحب صدر مدرس

مدرسۂ منصبیہ میرٹھ

سنہ ۱۲۸۹ھ میں اپنے وطن کرانہ ضلع مظفر نگر میں متولد ہوئے۔ بچپنے ہی میں قرآن حفظ کیا۔ اور سنہ ۱۲۹۹ھ میں دس سال کی عمر میں جید حافظ ہو گئے تاریخ العلماء میں ہے کہ متواتر چند سال تک آپ قصبہ کرانہ کی مسجد انصاریان میں بعد نماز عشا مجمع مومنین میں روزانہ ایک پارہ حفظ نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر قریب آخر ماہ ختم قرآن کرتے رہے۔

سنہ ۱۳۰۲ھ میں قاری حافظ جعفر علی صاحب جارچوی سے تکمیل کی اور علم قراءت و تجوید کو اصول و قواعد کے ساتھ حاصل کیا۔ اس کے بعد تحصیل علم میں مصروف ہوئے۔ اور سنہ ۱۳۱۱ھ تک مدرسۂ منصبیہ میرٹھ میں پڑھا۔ پھر سنہ ۱۳۱۲ھ میں لکھنؤ آئے اور مدرسہ شارع الشرائع و ناظمیہ میں داخل ہو کر انتہائی درجوں تک تعلیم پائی اور متعدد علمائے لکھنؤ سے سند فضیلت حاصل کی۔ سنہ ۱۳۱۸ھ میں میرٹھ منصبیہ کالج میں بعہدہ نائب صدر مدرس گئے اور پھر مستقل صدر مدرس ہو گئے، جہاں آپ نے ۳۰ برس سے زیادہ نہایت

سنہ ہی سے تعلیم و تدریس کے فرض کو انجام دیا۔

آپ اپنے زمانہ کے انتہائی مستند حافظ تھے۔ ۱۳۱۹ھ میں آپ حیدرآباد دکن طلب کئے گئے تھے جہاں آپ نے حفظ قرآن کے بڑے مظاہرہ میں شرکت کی۔ اور تین دن دو دو گھنٹہ میں دس دس پارے قرآن سنا کر تمام حفاظ سے خراج اعتراف حاصل کیا۔

اسکے علاوہ بھی متعدد مواقع پر آپکے حفظ قرآن کو موقع امتحان میں جانچا گیا جسمیں آپ کو کامیابی ہوئی۔

ابھی شاید ۳ سال ہوئے ہیں کہ آپنے داعی اجل کو لبیک کہا۔

(۱۴۳)

آقا سید مہدی شیرازی (۱۳۴۴

نجف اشرف (عراق) میں سرکار میرزا محمد حسن شیرازی طاب ثراہ کے خاندان سے تقریباً ۵۰ سال کی عمر کے متقی ذی علم بزرگ ہیں۔ آپنے پورا قرآن حفظ کیا اور اس کی محافظت ایسے پورے طور سے کرتے ہیں یعنی برابر قرآن کو دوہراتے رہتے ہیں۔ اور کم از کم ایک پارہ روزانہ ضرور پڑھتے ہیں۔ ہم نے اکثر محفل مجلس اور اثنائے راہ میں ان کی زبان کو متحرک پایا۔ اور معلوم ہوا کہ وہ قرآن پڑھا کرتے ہیں۔

(۱۵)

(۱۴۵) آقا میرزا عبد المطلب شیرازی

فاضل، جواں سال، تقریباً میرے ہم عمر۔ سرکار میرزائے شیرازی طاب ثراہ کے نواسے ہیں۔ فقہ و اصول کی انتہائی تعلیم حاصل کرتے ہوئے درس خارج میں شرکت کرتے ہیں۔ اور ذہین، خوش فہم، طباع ہیں۔ میرے سامنے جب کہ میں نجف اشرف میں تھا، انھوں نے پورا قرآن حفظ کر لیا تھا، اور پھر بھی اُسکی تکرار و محافظت میں کوشاں تھے۔

(۱۶)

(۱۴۶) مولانا حافظ کفایت حسین صاحب

واعظ مدرسۃ الواعظین

ہمارے قدیم کرم فرما، محترم دوست، بلکہ تلمذ کے رشتہ سے بزرگ بھائی۔ مدرسہ ناظمیہ کے ہمارے پہلے کے ممتاز الافاضل، اور سب سے مقدم بانت میں کے واعظ مدرسۃ الواعظین، موجودہ زمانہ کے مستند حافظ ہیں۔

آپنے ہماری مخصوص خواہش پر اپنے حالات قلمبند کر کے ہمارے پاس

بھیجے ہیں، جنھیں اُنھی کے الفاظ میں ہم درج ذیل کرتے ہیں:-

"تمام آباؤ اجداد شیعہ تھے۔ شکارپور ضلع بلند شہر میں پیدا ہوا۔ مولانا سید محمد عوض صاحب قبلہ شاگرد جناب شمس العلماء مولانا نجم الحسن صاحب قبلہ نے شکارپور پہونچکر ایک مدرسہ قائم کیا، جس میں ایک درجہ حفظ قرآن کا بھی کھولا۔ حافظ مہدی حسن صاحب ساکن کرانہ ضلع مظفر نگر مدرس مقرر ہوئے۔ اُن سے تقریبًا دس پارے یاد کئے۔ انکے بعد حافظ سید غلام حسین صاحب مدرس ہوئے۔ اُن سے آخر تک یاد کیا۔ سنہ ۱۹۰۹ء میں قرآن مجید مکمل حفظ کرکے مولانا حافظ فیاض حسین صاحب مدرس مدرسہ منصبیہ کی خدمت میں سنانے کی غرض سے مدرسہ احسن المدارس شکارپور کی طرف سے بھیجا گیا۔ تین ماہ رہ کر واپس شکارپور آیا، اور اوائل سنہ ۱۹۱۰ء میں لکھنؤ کے مدرسہ ناظمیہ میں آکر تعلیم دینیات شروع کی۔

سنہ ۱۹۱۶ء میں مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی اور ملا الہ آباد یونیورسٹی اور مدرسہ ناظمیہ کے فاضل کا امتحان دیا اور ہر ایک میں کامیابی ہوئی۔

سنہ ۱۹۱۷ء میں منشی فاضل پنجاب یونیورسٹی اور ملا فاضل الہ آباد یونیورسٹی میں کامیابی حاصل کی۔

آخر سنہ ۱۹۱۸ء میں ممتاز الافاضل کا امتحان دیا۔ اور اوّل نمبر کی کامیابی حاصل کرکے مدرسہ کا خاص انعام عبا و عمامہ حاصل کیا۔ اسی سال

شیعہ ہائی اسکول میں پرشین ٹیچر رہا۔ ۱۹۱۹ء میں مدرستہ الواعظین میں داخل ہوا۔ ۱۹۲۰ء میں مدرسہ کا آخری امتحان دیا، اور اول نمبر میں کامیابی حاصل کی۔

۱۹۲۱ء میں مدرستہ الواعظین کی جانب سے بغرض تبلیغ پشاور روانہ کیا گیا۔ اوائل ۱۹۲۶ء میں کورم ایجنسی صوبہ سرحد شمال و مغربی کا محکمۂ قضا سپرد ہوا۔ اگست ۱۹۳۲ء میں استعفا دیدیا، اور پھر مدرستہ الواعظین کی جانب سے کار تبلیغ پنجاب میں شروع کیا۔

(امتحان حفظِ قرآن کے بعض خاص اور اہم واقعات)

اٹاوہ میں اہلسنت کی خواہش پر دس دس پارہ یومیہ پڑھکر قرآن مجید اوّل سے آخر تک سنایا، جس کے بعد حفاظ اہلسنت نے سند تصدیق عنایت کی، جس میں تحریر کیا کہ نہایت کامل حافظ اور قاری ہیں۔

سیالکوٹ میں مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی وہابی کی اشتہار بازی کے بعد جلسہ منعقد کیا گیا، اس میں قرآن مجید سنایا گیا، جس کے بعد مولوی صاحب موصوف اور صدر جلسہ مولوی محمد شاہ صاحب حنفی مولوی فاضل نے سند عنایت کی۔

ڈیرہ غازی خاں میں عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں کم از کم

پنجصد حفاظ اہلسنت شریک تھے۔ مختلف مقامات سے قرآن سنایا گیا۔ اور اہلسنت کے حفاظ باوجود اس کے کہ شرائط میں اُن کا سُنانا بھی تحریر ہو چکا تھا، کسی نے ایک رکوع بھی نہ پڑھا۔

مدرسۂ ناظمیہ میں تقریباً پچیس حافظ اہلسنت کے بغرض امتحان آئے اور مختلف مقامات سے پڑھوایا اور تصدیق کر کے چلے گئے۔ جناب مولانا سبط حسن صاحب قبلہ نے ایک دوشالہ اور سعادت خاں صاحب نے ایک فیروزہ کی انگشتری بطور انعام عطا کی۔"

یہ تھے وہ حالات جو حافظ صاحب نے خود قلمبند کیے ہیں۔

گذشتہ قریبی زمانہ میں جس کو ابھی ایک سال کا عرصہ نہیں ہوا، جب حافظ صاحب لکھنؤ آئے تھے، تو پانچ روز تک مدرسۃ الواعظین میں تلاوتِ قرآن کے جلسے ہوئے جس میں خاص و عام ہر طبقہ کے افراد کا کافی اجتماع ہوتا تھا، حافظ صاحب نے چھ چھ پارے ہر روز قرآن مجید کی تلاوت کی اور پانچ جلسوں میں قرآن ختم کیا۔ چند جلسوں میں مجھے بھی شرکت کا موقع ملا۔ جس سے میں اس نتیجہ تک پہونچا کہ حافظ صاحب چند حیثیتوں سے عام حفاظ قرآن کے اندر مخصوص امتیاز رکھتے ہیں۔

آپ تلاوت قرآن کے اثنا میں سلام کا جواب دیتے، متوجہ ہوتے، بات کرتے اور بات کا جواب دیتے، تکرار کی فرمائش کرنے پر جس لفظ میں

شبہ ہو، اسکی تکرار کرتے، اور پھر سلسلہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ہیں۔ تلاوت میں روانی و تیزی کے ساتھ قرأت و مخارج حروف کا لحاظ رکھتے اور الفاظ کی ساخت کو بگڑنے نہیں دیتے ہیں۔

یہ چیزیں وہ ہیں جو اکثر حفاظ میں زیادہ تر مفقود ہوتی ہیں۔

بحالت موجودہ آپ راولپنڈی (پنجاب) میں تشریف رکھتے ہیں اور کار تبلیغ میں مصروف ہیں۔

خاتمۂ کلام

اس کتاب کو پایۂ اتمام تک پہونچاتے ہوئے اس امر کا اظہار ضروری ہے، کہ یہ کتاب ابھی کسی طرح پورے پورے طور سے مکمل نہیں کہی جا سکتی، بلکہ بہت زیادہ تشنۂ تکمیل ہے۔ قدیم حفاظ جن کا سُراغ کتابوں سے لگ سکتا ہے، اُن کا ایک حد تک تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

لیکن موجودہ صدی کے حفاظ، جن کے حالات کتابوں میں بھی قلمبند نہیں ہوئے، اُن کے اسماء و حالات بہت زیادہ ہماری نظر سے اوجھل رہ گئے ہیں، جس کا ہمیں اعتراف ہے۔ ممکن ہے کہ کتاب کے آئندہ طبعات میں اس سلسلہ میں اضافہ ہو سکے، اور اس لیے

ناظرین کتاب سے خاص گذارش ہے، کہ وہ کتاب کے مندرجہ حفاظ کے حالات یا دوسرے حفاظ کے اسمار و حالات کے متعلق جو معلومات پیش نظر رکھتے ہوں اُنھیں بعد از وقت سمجھ کر محفوظ نہ رکھیں، بلکہ ہم کو براہ راست یا سکریٹری صاحب امامیہ مشن کو مطلع کر دیں۔ اور اس مقصد کی تکمیل میں حصہ لیں۔ والسّلام

علی نقی النقوی عفی عنہ

۲۰۔ ماہ صیام ۱۳۵۲ھ

مکمل فہرست اسمائے حفّاظ شیعہ مندرجہ کتاب "تذکرۂ حفاظ شیعہ" حصۂ اوّل و دوم بترتیب حروف تہجی

نمبر شمار	نام	نمبر مندرجہ کتاب	صفحہ	حصۂ اول یا دوم
	حرف الف			
(۱)	آمر باحکام اللہ	۷۹	۸۲	دوم
(۲)	ابان بن تغلب	۳۹	۳۲	"
۳	ابراہیم بن ابی البلاد	۵۱	۵۲	"
۴	ابراہیم بن سعد بن طیب رفاعی	۷۱	۷۵	"
۵	ابن داحہ	۵۲	۵۴	"
۶	ابن شہر آشوب	۸۶	۹۴	"
۷	ابن مظفر حسین	۱۲۷	۱۴۴	"
۸	ابن سنجار کوفی	۷۳	۷۷	"
۹	ابوالاسود دوئلی	۱۷	۱۷۶	اوّل
۱۰	ابوایوب انصاری	۷	۱۴۲	"
۱۱	ابوعبدالرحمن سلمی	۱۸	۱۸۰	"

نمبر شمار	نام	نمبر مندرجہ کتاب	صفحہ	حصہ اوّل یا دوم
۵۰	زرارہ بن اعین	۴۳	۴۲	دوم
۵۱	زربن حبیش	۲۳	۱۸۸	اوّل
۵۲	زید بن عبداللہ زر بخش	۸۰	۸۳	دوم
۵۳	زید بن علی بن حسینؑ	۳۳	۲۱	〃
	حرف س			
۵۴	سعید بن جبیر	۲۶	۱۹۲	اوّل
۵۵	سعید بن مسیّب	۲۵	۱۹۰	〃
	سلیمان بن خالد بن دہقان	۴۱	۴۱	دوم
۵۷	سلیمان بن عبداللہ بحرانی	۱۱۰	۱۲۶	〃
	حرف ش			
۵۸	شاہ ملا تاری	۹۹	۱۱۵	〃
۵۹	شرف الاشراف بنت			
	سید ابن طاوس	۸۷	۹۸	〃
۶۰	شہید اوّل (محمد بن مکی)	۹۴	۱۰۸	〃
	حرف ص			
۶۱	صادق حسین صاحب	۱۴۱	۱۵۴	〃

نمبر شمار	نام	نمبر مندرجہ کتاب	صفحہ	حصہ اول یا دوم
	حرف غ			
۸۹	غلام حسین صاحب	۱۴۰	۱۵۳	دوم
۹۰	غلام رضا	۱۳۹	۱۴۳	״
	حرف ف			
۹۱	فاطمہ بنت سید ابن طاؤس	۸۸	۹۹	״
۹۲	فرزدق (ہمام بن غالب) شاعر	۲۹	۶	״
۹۳	مولانا فرمان علی صاحب مرحوم	۱۳۸	۱۵۲	״
۹۴	فضل بن یحییٰ جعفری	۸۳	۹۰	״
۹۵	فیض اللہ	۱۳۰	۱۴۴	״
۹۶	فیاض حسین صاحب	۱۴۳	۱۵۷	״
	حرف ک			
۹۷	کفایت حسین صاحب	۱۴۶	۱۵۹	״
۹۸	کمیت بن زید اسدی	۳۴	۸	״
۹۹	کنانہ بن عتیق تغلبی	۱۲	۱۵۸	اوّل

نمبر شمار	نام	نمبر مندرجہ کتاب	صفحہ	حصہ اول یا دوم
	حرف ل			
۱۰۰	لطف اللہ اصفہانی	۹۸	۱۱۵	دوم
	حرف م			
۱۰۱	سید محمد	۱۰۶	۱۲۲	″
۱۰۲	سید محمد تبریزی	۱۱۴	۱۴۲	″
۱۰۳	محمد بن ابی حذیفہ	۵	۱۳۷	اوّل
۱۰۴	محمد بن احمد بن حمدان [illegible]باز بلدی	۸۵	۹۳	دوم
۱۰۵	محمد بن حسین بن محمد بن حسن الزاہد	۶۳	۶۴	″
۱۰۶	محمد بن حسن بن ابی سارہ	۲۷	۳	″
۱۰۷	محمد بن حسن زاہد	۵۹	۶۲	″
۱۰۸	محمد بن حسن قرشی بزاز	۶۰	۶۲	″
۱۰۹	محمد بن سعدان بن مبارک	۵۸	۶۰	″
۱۱۰	محمد بن مسلمۃ بن اذتبیل	۷۴	۷۸	″
[illegible]	[illegible] بن عبداللہ طیار	۳۱	۱۸	″

نمبر شمار	نام	نمبر مسند بجہ کتاب	صفحہ	حصہ اول یا دوم
۱۱۲	محمد بن علی بن جاک تیمی	۷۵	۷۹	دوم
۱۱۳	محمد بن محمد بن مساعد عاملی	۹۷	۱۱۴	"
۱۱۴	محمد بن یحییٰ زیدی	۶۶	۶۵	"
۱۱۵	محمد تقی خاں فیض آبادی	۱۲۱	۱۴۰	"
۱۱۶	مرزا محمد حسین شہرستانی	۱۳۴	۱۴۷	"
۱۱۷	شیخ محمد حسین مروہ عاملی	۱۳۶	۱۵۰	"
۱۱۸	محمد حسن منگوری	۱۲۶	۱۴۲	"
۱۱۹	محمد حسن علیخاں	۱۳۲	۱۴۵	"
۱۲۰	محمد رضا سبزواری	۱۰۴	۱۱۹	"
۱۲۱	سید محمد رضا	۱۱۱	۱۲۸	"
۱۲۲	محمد سبحان اللہ	۱۲۲	۱۴۱	"
۱۲۳	محمد علی بنارسی	۱۱۷	۱۳۴	"
۱۲۴	میرزا محمود حافظ تبریزی	۱۱۵	۱۳۰	"
۱۲۵	شیخ مظفر حافظ	۱۰۰	۱۱۶	"
۱۲۶	معاذ بن مسلم بن ابی سارہ	۵۴	۵۵	"
۱۲۷	مقداد بن عمرو	۲	۱۲۴	اول

نمبر شمار	نام	نمبر مندرجہ کتاب	صفحہ	حصۂ اوّل یا دوم
۱۴۰	یحییٰ بن حسین ذی الدمعۃ	۵۶	۵۹	دوم
۱۴۱	یحییٰ بن حمزہ	۶۵	۶۵	〃
۱۴۲	یحییٰ بن علی بن محمد استرآبادی	۷۲	۷۷	〃
۱۴۳	یحییٰ بن وثاب	۳۲	۱۹	〃
۱۴۴	یحییٰ بن یعمر	۳۷	۲۹	〃
۱۴۵	یعقوب الاحمر	۴۷	۴۹	〃
۱۴۶	یوسف بن ناصر بن حماد	۹۲	۱۰۶	〃



میرزا جمال اصغر

حجج بینات

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالم اسلامی مین ظاہر ہوئی ہے سنہ ۱۳۵ھ مین اثنا عشر ائمہ معصومین علیہ السلام سے جو حیرت انگیز مظاہر قدرت یعنی معجزات ظاہر ہوئے ان کے مستند تفصیلی واقعات اسمین شایع کئے گئے ہین جو ارباب ایمانی کیلئے بصیرت افروز اور تمام مذاہب و اقوام کے مقابل صداقت و حقانیت کی دلیل ہین یہ کتاب حضرت سید العلماء دام ظلہ کا نتیجہ قلم ہے اور ان ہی کی ذاتی تحقیقات و کاوش کا نتیجہ ہے۔ تقطیع ۲۰×۲۶ کاغذ سفید چکنا۔ قیمت صرف ایک روپیہ خرچہ ڈاک ۲ر

وجیزۃ الاحکام

عرصہ سے اس ضرورت کا احساس کیا جا رہا تھا کہ حضرت سید العلماء دام ظلہ کے فتاوی اور ضروری مسائل فقہ کا مجموعہ شایع کیا جاوے چنانچہ سر دست یہ مختصر اور اہم مسائل کا مجموعہ شایع کیا گیا ہے انشاء اللہ آئندہ ایک مبسوط کتاب مسائل فقہ مین جو تمام ابواب فقہ کی جامع ہوگی شایع کیجاویگی قیمت فی جلد چار آنہ اور خرچہ ڈاک پانچ پیسے۔

ملنے کا پتہ

سید ابن حسین آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ